1699

شاہان مالوہ

سلاطین مالوہ و گجرات کے حالات۔ خاندان تغلق کے آخری
زمانہ سے شہنشاہ اکبر کے عہد تک

سنہ ۸۰۴ھ لغایتہ سنہ ۹۶۸ھ

مؤلفہ

مولوی امیر احمد صاحب علوی بی اے
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و جج نیمچ (چھاونی)

باہتمام احقر العباد محمد حسن
در انوار المطابع لکھنؤ میں طبع گشت

صحت نامہ شاہان مالوہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	فٹ نوٹ ۶	عمارتہ	عمارات	۶۶	۱	پیام بھیجا	پیام صلح بھیجا
۶	۷	سنے	سے	۶۴	۷	دارالسلطنت	دارالسلطنت کی طرف
۷۰	۹	مستقل	مستقل			کی پیشقدمی	پیشقدمی
۱۰	۵	راجہ	راجے	۷۷	۳	نبرآزمائی	نبردآزمائی
۱۴	۱۰	اک	اس	۸۶		موسہ	موسم
۱۹	فٹ نوٹ اول سطر	جزیرہ پورتگیز	جزیرہ جوانب پرتگیز	۸۶	۴	ارکین سلطان	ارکین سلطنت
۲۱	۹	نصرت بیگ حواس ہو کر	نصرت نے بدحواس ہو کر	۹۷	۲	قدیم علیٰ ہندو راجاؤں	قدیم ہندو راجاؤں
۲۲	۱۶	احتیار	اختیار	۱۰۷	۱۱	پار	پارے
۲۵	۱۵	واقع نہ ہوا	واقع نہ ہو	۱۱۱	۱۰	شیرشاہ سور	شیرشاہ سوری
۲۶	۱۱	فیرور	فیروز	۱۱۲	۹	جارپناہ	جائے پناہ
۲۸	۳	کچ کی طرف گیا تھا	کچھ کی طرف گیا تھا	۱۲۵	۱۳	بادساہ	بادشاہ
۳۰	۴	ایک ہاتھہ	ایک ہاتھی	۱۳۱	۱۷	سلطنت نے	سلطنت سے
۳۶	۱	بیان پر نقل کرنا	بیان نقل کرنا	۱۴۳	۶	ممالک بدلے	مالک بدلے
۳۹	۸	۱۴ محرم سنہ ۶۲۶ھ	۱۴ محرم سنہ ۸۲۶ھ	"	۱۴	شکشت	شکست
۴۴	فٹ نوٹ سطر ۹	اصرار	اسرار	۱۵۰	۴	مہر ہوتی تھی	تحریر ہوتی تھی
۵۰	۱۵	پار	پارے	۱۵۱	۱۱	اور صلح	صلح سے
۵۶	۱۳	فاعش	فاش	۱۵۷	۳	سنہ ۹۶۴ھ کو	سنہ ۹۶۴ھ میں
۶۰	۸	نعلیچہ	تالیچہ				

منظور

شبہائے مالوہ کی یادگاریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

مالوہ کی خودمختار اسلامی سلطنت باعتبار رقبۂ حکومت اس منزلت کی نہ تھی کہ ہندوستان کے وسیع جزیرہ نما پر اُس کا دیرپا اثر ہوتا اور نہ اُسکی آزادی کا عہد اتنا طویل تھا کہ دنیائے اسلام مین شہرت اور عزت حاصل کرنے کا وقت ملتا۔

حدود مملکت مین وسعت دینے کی نہ تو زیادہ گنجایش تھی اور نہ خانہ جنگیون سے کافی فرصت ملی۔ البتہ یہان کے بعض تاجدارون نے علم و فضل کی سرپرستی کی۔ اُن کا دارالحکومت "مانڈو"، شیراز و سمرقند کا ہمسر بنا اور کئی صدیون تک اُسکی علمی روشنی جزیرہ نما ہند کے ہر گوشہ کو منور کرتی رہی۔ اُنھون نے محلات۔ مساجد اور دیگر عمارات پر اسقدر دولت صرف کی کہ مدت تک اس اُجڑے ہوے دارالریاست کے نقش و نگار ہندوستان مین بے مثل سمجھے گئے۔ اکبر کے عہد مین یہان کے عالیشان محل

لاہور اور دہلی کے مسافرون[1] کو شرمندہ کرتے تھے،

جہانگیر نے تین لاکھ روپیہ صرف کرکے یہان کی عمارات کی مرّمت کرائی اور اس حسرت کدہ مین ایک قابل یادگار جشن جمشیدی برپا کیا جسکی تفصیل سے توزک جہانگیری کے کئی صفحے رنگین ہین - اُن کا قلعہ مانڈو گڈھ دُنیا کے عجائبات مین شمار کیے جانے کے قابل تھا - اور اُس کے کھنڈر آج تک اپنے بانیون کی شوکت و اولوالعزمی پر آنسو بہا رہے ہین -

وہ کسی وقت ہندوستان کی محفوظ ترین تجارتی منڈی اور دلّی و دکن کے درمیان سب سے زیادہ پُررونق مقام تھا - لیکن آج سنسان و ویران ہے - عمارتین بہت کچھ باقی ہین مگر انمین کوئی رہنے والا نہین - مین بھول گیا! بھالو اور چیتے انمین رہتے بستے ہین !! اگلے باشندون کی بداعمالیان درندون کے قالب مین خانہ خالی پر قابض ہین - شاہی محلون مین قدآدم گھاس ہے اور

[1] سنہ ۱۰۶۹ھ مین قاضی صدرالدین لاہور کے عہدۂ قضا سے تبدیل ہوکر "بروچ" جانے راستہ مین مانڈو مین قیام ہوا تو مؤلف گلزار ابرار اپنے مہمان کو دارالسلطنت کے محلات دکھانے لے گیا یہان کی عمارات دیکھ کر اُنھون نے فرمایا "جو چیزین ہمنے چھوڑی ہین وہ ان محلات کے کمترین ستون کی ایک سنگین کرسی کی قیمت کی بھی نہین ہین" ملاحظہ ہو گلزار ابرار - چمن چہارم - تذکرہ قاضی صدرالدین لاہوری -

ابوالفضل نے بھی آئین اکبری مین مانڈو کی عالی شان عمارت کی تعریف کی ہے - ۱۲

قبرستان تو عبرت کے لیے بنائے ہی گئے تھے۔ جہان بادشاہ و گدا کو یکسان ہونا چاہیئے!!

جو قاقم و سنجاب پہنتے تھے ہمیشہ   سوتے ہین تہِ خاک گلے مین کفنی ہے

شمالی ہندوستان جو اردو زبان کا وطن اور ابھی تک اسلامی علوم کا گھر ہے اِس مٹی ہوئی سلطنت کے حالات سے بالکل بے خبر ہے۔ وہان کے مدارس مین دہلی اور آگرہ کی تاریخ پڑھائی جاتی ہے لیکن مرحوم مانڈو کا کوئی نام بھی نہین لیتا۔ سمجھا جاتا ہے کہ ہندوستان مین مسلمانون کی سلطنت دلّی کی بادشاہی کی مرادف تھی" غزنی و غوری ہوے بعدہٗ آئے غلام۔ خلجی و تغلق سادات لودی مغل پر اختتام" اور یہ واقعہ قریب قریب فراموش ہوگیا ہے کہ خاندان تغلق کے آخری زمانہ سے ہمایون اور اکبر کے عہد تک جو طویل مدّت گذری ہے اُسمین دہلی کی حکومت صرف موجودہ ممالک متحدہ اور پنجاب کے ایک حصہ تک محدود تھی۔ بنگال۔ بہار۔ مالوہ گجرات اور دکن مین جداگانہ سلطنتین قائم تھین۔ جو اُسوقت کی سلطنت دہلی سے زیادہ شان و شوکت رکھتی تھین اور اُس سے بہت زیادہ قومی خدمات کا فرض ادا کرتی تھین۔ بلکہ کچھ عرصہ کے لیے جونپور اور ملتان نے بھی دہلی کی حکومت سے آزاد ہوکر کوس لمن الملکی بجایا تھا۔ اور سادات کے عہد دولت مین دلّی کی شاہنشاہی صرف نواح دہلی اور شہر بدایون تک محدود تھی!!

بنگالہ کی "پوربیہ" سلطنت جو ایک فوجی سردار فخر الدین نے محمد تغلق سے باغی ہوکر سنہ ۱۳۳۸ء مین قایم کی - اور سنہ ۱۵۷۳ء تک اُس کا وجود رہا - اُسوقت کی سلطنت دہلی سے بہت زیادہ وسیع اور دولت مند تھی یہین کے ایک بادشاہ کو خواجہ حافظ شیرازی نے اپنی وہ مشہور غزل بھیجی تھی جسکا شعر ہے ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

مقطع نے سلطان کا نام ہمیشہ کے لیئے زندہ رکھا :-

حافظ زشوق مجلس سلطان غیاث دین[1] غافل مشو کہ کار تو از نالہ می رود

دکن مین سلطنت "بہمنی" جو علاؤ الدین حسن نے سنہ ۱۳۴۷ء مین قائم کی اور جسکا سلسلہ اورنگ زیب کے عہد تک بیجاپور اور گولکنڈہ کی ریاستون کی صورت مین باقی تھا - دولت حشمت - فوجی طاقت بحری قوت اور مذہبی خدمات مین دہلی سے بدرجہا فائق تھی -

جونپور کی "شرقی" حکومت جو خواجہ جہان نے سنہ ۱۳۹۴ء مین قایم کی سکندر لودی کے عہد تک شہنشاہ دہلی کو شرمندہ کرتی تھی -

گجرات کی سلطنت جسکو مظفر خان نے سنہ ۱۳۹۶ء مین قائم کیا اکبر کے

---

[1] سلطان غیاث الدین بن سلطان سکندر بنگال کا پانچوان بادشاہ تھا - سنہ ۱۳۶۷ء سے سنہ ۱۳۷۴ء تک مسند نشین رہا ۱۲

عہد تک دہلی کی حریف مقابل تھی۔

مالوہ نے ان سب کے بعد اپنی خودمختاری کا اعلان کیا۔ اس کا رقبہ بھی زیادہ وسیع نہ تھا۔ جنوب مین سلطنت بہمنی کا سکہ رائج تھا۔ اور اس طرف آنکھ اٹھانے کی مجال نہ تھی۔ مغرب مین گجرات کی شاندار ریاست تھی جس سے جنگ و جدال کا سلسلہ آخری سانس تک جاری رہا۔ مگر قدم بڑھانے کی کوشش کامیاب ہوئی۔ شمال مین بادشاہان جونپور اور دہلی کے علاقے تھے جنکی ہوس کرنا خود کشی کی تمنا تھی۔ مشرق مین گونڈواڑہ یا بندیلکھنڈ اور شمال مغرب مین چتوڑ گڈھ ہندو راجون کی ملکیت تھی جن سے جہاد کا ارمان اور مال غنیمت کی آرزو پوری ہو سکتی تھی لیکن مستقل فتح صرف خواب کی تعبیر تھی۔

غرض ہر طرف یہ صوبہ زبردست دشمنون سے گھرا ہوا تھا۔ بے فکری اور فارغ البالی کبھی میسر نہین ہوئی۔ آزادی کی کل مدت زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو برس تھی جفاکش سلاطین تقریباً ہر سال جنگ مین سرگرم رہتے تھے۔ لیکن باوجود افکار اور پریشانیون کے ہجوم کے ترقی علوم و فنون مین کوشان تھے اور وہ عالی شان عمارتین بنواتے تھے جنکے کھنڈر آجتک دنیا کے سیاحون سے خراج تحسین و آفرین وصول کرتے ہین ؎

بوئے الفت تمام پھیلی ہے   باقی اب قیس ہے نہ لیلی ہے

مالوہ کی بادشاہی اور اُس زمانہ کی دوسری اسلامی ریاستین مرکزی حکومت کے ضعف سے عالم وجود مین آئین لیکن اسمین شک نہین کہ انھین کے دم سے ہندوستان مین مسلمانون کا نشان باقی رہا۔ ورنہ بابر اور ہمایون کابل اور بدخشان مین تو شاید سلطنت کرتے مگر ہندوستان کی ہوا بھی اُن کو نصیب نہوتی اور یہان کے راجپوت اپنا کھویا ہوا ملک واپس لے کر اس قدر طاقتور ہو جاتے کہ محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی دوبارہ ضرورت پیش آتی۔

۱۱۹۳ء مین راے پتھورا کو شکست دیکر سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان مین اسلامی سلطنت کا بنیادی پتھر رکھا اور اُسکی وفات سے پہلے ہی قطب الدین ایبک نے تمام شمالی ہند اٹک سے بنگالہ تک فتح کرلیا۔ سندھ پر مسلمان پہلے ہی سے قابض تھے۔ سنہ ۱۲۲۶ء اور سنہ ۱۲۳۲ء کے درمیان رنتھمبور مانڈو اور اوجین کو فتح کرکے شمس الدین التمش نے مالوہ بھی ممالک محروسہ مین شامل کیا اور دو چار مقامون کے سوا تمام شمالی ہندوستان شہنشاہ دہلی کا تابع فرمان ہوگیا۔ لیکن یہ فتح نامکمل تھی مسلمانونکی فوجی چھاؤنیان بیشک جگہ جگہ قائم ہوگئی تھین رعایا مرعوب تھی مگر مغلوب نہ تھی۔ مقامی راجہ اپنے اپنے علاقون مین قریب قریب خودمختار تھے اور جب موقع پاتے تھے علم بغاوت بلند کردیتے تھے۔

ہندوستان کا عظیم الشان ملک آرام طلب شہنشاہوں کے بس کا نہ تھا۔ یہاں تو صرف التمش بلبن اور علاء الدین خلجی کے سے جفاکش بادشاہ امن قائم رکھ سکتے تھے۔ ہندو باشندے اپنے فاتحوں کے مذہب اور حکومت دونوں سے ناخوش تھے۔ اور جب مرکزی حکومت میں کمزوری دیکھتے آزادی کی کوشش شروع کر دیتے تھے۔ دِلّی کے بادشاہ رعایا کی دلجوئی کے زیادہ کوشاں نہ تھے۔ اور رعیت اُن سے دل تنگ تھی۔ ہمایوں نے ایک میدان میں شکست پائی تو سارے مُلک میں کوئی جگہ امن وعافیت کی نہ مِل سکی صوبہ دار دور دراز ممالک میں فوج اور خزانہ دونوں کے افسرِ اعلیٰ ہوتے تھے۔ اگر عامل کمزور ہوتے تو مقامی باشندے بغاوت کرتے اور اگر وہ زبردست ہوتے تو شہنشاہ کو اُن پر قابو رکھنا دشوار ہو جاتا تھا۔ اُسوقت نہ تو ریل گاڑی تھی نہ تار برقی کہ مقامی حکومتوں کی مناسب نگرانی ہو سکتی۔ بعض صوبوں کی سڑکیں بھی صاف و ہموار نہ تھیں رعایا سے مدد کی توقع نہ تھی۔ کوئی قانون اسلحہ جاری نہ تھا۔ مرکزی حکومت بغاوتوں کو جلد فرو نہ کر سکتی تھی۔ صوبہ دار کل لوازمات شاہی برتتے تھے اور فطرتاً خودمختاری کے آرزومند رہتے تھے۔

سلطان محمد تغلق کی آغاز سلطنت میں اسلامی حکومت ہندوستان میں ایسی وسیع تھی کہ اُس سے پہلے یہ دن دیکھنا کبھی نصیب نہوا تھا۔ لیکن

اُسکے بعد جو مختلف حصوں میں جُدا گانہ سلطنتیں قائم ہونا شروع ہوئیں وہ اکبر اور اورنگ زیب کے عہد تک دہلی کا جزو نہ بنائی جاسکیں۔ ہمایون اور اکبر نے ان ریاستوں کو مٹانا شروع کیا اور عالمگیر نے خاتمہ کردیا۔ مگر کیا انجام ہوا؟ جب یہ حکومتیں نہ رہیں تو دلی کی شہنشاہی بھی رخصت ہوگئی۔ راجہ خود مختار ہوئے اور مرہٹوں کی سلطنت قائم ہوگئی۔

آجکل اورنگ زیب پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اُس نے بیجاپور۔ اور گولکنڈہ کی ریاستوں کو تباہ کرکے مرہٹوں کو قدم جمانیکا موقع دیا۔ لیکن دراصل یہ غلطی ہمایون اور اکبر نے شروع کی تھی جسکو شاہجہان نے ترقی دی اور اُسکے فرزند نے معراج کمال کو پہونچایا۔ اگر مالوہ اور گجرات کی بادشاہیاں باقی ہوتیں تو عالمگیر دکن تک نہ پہونچ پاتا اور مرہٹوں کی طاقت نہ بڑھتی

جب رعایا سلطنت دہلی کی ہوا خواہ نہ تھی تو صوبوں میں خود مختار حکومتیں ہی مناسب تھیں وہ درشتی اور نرمی کو سمو کر کبھی فصد لگاتی تھیں اور کبھی مرہم رکھتی تھیں۔ اور اُنھوں نے دو سو برس تک اس وسیع ملک میں اسلام کا چراغ روشن رکھا ان ریاستوں نے اکبر کی طرح رعایا کو انتظام مملکت میں شریک کیا۔ اور عالمگیر کی طرح مذہب کے دبدبہ کو برقرار رکھا۔ یہان نہ تو جہانگیر کا سا ہندوانہ راج تھا اور نہ اورنگ زیب کا سا مولویانہ تقشف برہمن۔ راجپوت اور کھتری حکومت کے ملازم تھے لیکن اسوقت ملک میں مشیر تھے

ٹھاکرون کے بہادر فرزند فوج کے سپاہی تھے لیکن اُن کے افسر ہمیشہ مسلمان
ہوتے تھے۔ رعایا کے مذہبی عقائد کی عزت کی جاتی تھی۔ اور اُن کے رسوم
اور فرائض مین کوئی دخل نہین دیا جاتا تھا لیکن مذہب سلطانی کا احترام
ہر ایک باشندہ پر واجب تھا۔

اِن سلطنتون کی تاریخ بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہے اور سلاطین
دکن۔ گجرات و بنگالہ کے کارنامے ایسے بیش بہا ہین کہ اُن کو ہرگز فراموش کرنا
نہین چاہیے۔

ہم اسوقت بادشاہان مالوہ کی سرگذشت اپنے ہم وطنون کو سنانا چاہتے
ہین اور اُسی کے ضمن مین ریاست گجرات کا بھی تذکرہ کرینگے۔ کیونکہ ان دونون
ہمسایہ حکومتون کی روئداد اسقدر ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہے کہ اُن کو جدا
کرنا ناخن کا گوشت سے الگ کرنا ہے!!!

بنگال اور دکن کی کہانی اگر زندگی ہے تو فردائے شب را!!!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

خود مختاری کا آغاز

مالوہ کی شمالی سرحد دریائے چمبل اور جنوبی حد نربدا ہے۔ مغرب مین گجرات
در اجپوتانہ اور مشرق مین گونڈ واڑہ اور بندیلکھنڈ اِس صوبہ کے انتہائی کنارون
پر واقع ہین یہان کی قدیم تاریخ تاریکی مین ہے لیکن راجہ بکرماجیت کا نام نیک
اندھیری رات مین جگنو کی طرح چمکتا ہے۔ اُس کا سمبت جو سنہ ۵۷ قبل مسیحؑ سے
شروع ہوا آجتک ہندوستان مین رائج ہے اور اُسکے جواہرات نورتن اسوقت
تک "اوجین" کا نام دنیا مین روشن کرتے ہین۔ بکرماجیت کے بعد راجہ بھوج[1] نے

---

[1] مالوہ مین کئی راجہ اِس نام کے گذرے ہین مگر وہ راجہ بھوج جسکے مدرسہ کے کھنڈر
اِسوقت تک دھار مین پائے جاتے ہین کرنل ٹاڈ مولف راجستان کی تحقیق کے مطابق سنہ ۵۶۷ء
مین تھا۔ اسی زمانہ کے قریب حضرت رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی تھی مشہور ہے
کہ راجہ بھوج اپنے محل کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا یکبارگی اُس نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور
پھر ملگیا۔ اُس نے پنڈتون سے اِس راز کا انکشاف چاہا تو اُنھون نے کہا کہ ہماری کتابون مین
لکھا ہے کہ ایک اوتار عرب مین جنم لیگا اور وہ چاند کے ٹکڑے کریگا۔ راجہ نے ایک ایلچی عرب
بھیجا اور بعد دریافت احوال نبی اُمّیؐ پر ایمان لایا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳ پر دیکھیے)

اس دیس مین علم و فضل کی قندیل جلائی - اور اُسکے عالیشان مدرسہ کے کھنڈر آج بھی "دھار" مین پائے جاتے ہین - بڑے بڑے جاہ و حشمت کے راجہ اس خطہ پر حکومت کر گئے جن مین سے بعض کے نام سنسکرت کی قدیم کتابون سے زمانۂ حال مین دریافت کیے گئے ہین لیکن بکرماجیت اور راجہ بھوج کے سوا کسی کا مفصل احوال معلوم نہین ہے

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہو گئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہو گئین

اس صوبہ پر مسلمانون کا پہلا حملہ سلطان شمس الدین التمش کے عہد مین سنہ ۱۲۲۶ء و سنہ ۱۲۳۲ء کے درمیان ہوا اور سلطان غیاث الدین بلبن نے سنہ ۱۲۴۷ء یا سنہ ۱۲۵۰ء مین اس زرخیز علاقہ کو سلطنت دہلی کا باجگزار بنایا - تقریباً ڈیڑھ سو برس تک شہنشاہان دہلی کے عمال اس ملک پر حکومت کرتے رہے - اور اس طویل مدت مین مالوہ کی تاریخ دہلی کی داستان فتوحات کا ایک جزو تھی - سنہ ۱۳۹۴ء مین بدقسمت محمود تغلق تخت دہلی پر متمکن ہوا - اور تھوڑے ہی عرصہ کے

(بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۱۲) سوانح الحرمین مین یہ قصہ لکھا ہے - اور مولانا رفیع الدینؒ نے بھی رسالہ شق القمر مین یہ قصہ نقل کیا ہے مگر ہنود اس افسانہ کو بے بنیاد بتاتے ہین - دھار کے قریب ایک مزار عبداللہ شاہ کا ہے اور گمان کیا جاتا ہے کہ اس جگہ یا تو کسی صحابی کی قبر ہے یا خود راجہ بھوج کا مدفن ہے - واللہ اعلم -

بعد مغربی کوہستان سے ایک زور شور کی آندھی آئی جس نے دہلی کا چراغ جو بادشاہ فیروز تغلق کے عہد سے ٹمٹما رہا تھا خاموش کر دیا یعنی اقبالمند تیمور کے سیلاب ظفر نے بدنصیب محمود کو اپنا دار السلطنت چھوڑنے اور گجرات مین پناہ لینے پر مجبور کیا۔ اُسوقت مالوہ کے صوبہ دار دلاور خان کو بھی غاشیۂ اطاعت اُتارنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ اور وہ موقع پاکر راجہ بھوج کے دار الحکومت پر اپنا سکّہ چلانے لگا۔

دلاور خان کا نام "حسنؔ" اور اسکا سلسلۂ نسب شہاب الدین غوری تک چند واسطون سے پہونچتا تھا حسنؔ کا باپ صاحب جاہ و منصب تھا اور امرا دہلی مین شمار کیا جاتا تھا سلطان فیروز تغلق نے حسنؔ کی پیشانی پر ستارہ بلندی کی روشنی دیکھکر اک نوجوان کو خطاب و منصب سے سرفراز کیا اور بادشاہ محمد تغلق نے اپنے عہد دولت مین اس بلند اقبال کو مالوہ کی صوبہ داری پر مامور فرمایا۔

اُس زمانہ مین صوبہ داران مالوہ کا دار الحکومت دھار تھا حسنؔ نے بھی یہین قیام اختیار کیا۔ قرب وجوار کے راجاؤن کو مغلوب کرکے اپنی ہمّت و شجاعت کی دھاک بٹھا دی اور دھار کی قدیم جامع مسجد جو مرور زمانہ سے خراب ہوگئی تھی از سرِ نو تعمیر کی۔[۱]

---

[۱] زمانۂ حال مین ایک سنگین کتبہ مولانا کمال الدین کے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵ پر دیکھیے)

گجرات کا صوبہ دار مظفر خان جو دلاور خان کا دوست تھا دہلی کی فوجی قوت کا اضمحلال دیکھ کر ۷۹۹ھ (مطابق ۱۳۹۶ء) مین خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ شہنشاہ اپنے باغی عامل کی سرکوبی کے لیے شاید ہاتھ پانون مارتا مگر امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کردیا اور سلطان محمود تغلق دہلی سے فرار ہوکر گرتا پڑتا خود گجرات پہونچا مظفر شاہ بادشاہ دہلی کا اپنے صوبہ مین پناہ گزین ہونا خطرناک سمجھا اور شہنشاہ کی خاطر مدارات کما حقہ نہ کی۔ بدقسمت بادشاہ متنفر ہوکر گجرات سے رخصت ہوا اور مالوہ آیا۔ دلاور خان نے اپنے اعزہ اور ارکان ریاست کو شہنشاہ کے استقبال کے لیے بھیجا اور جب شہر دھار صرف تین منزل رہ گیا تو خود بھی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا بڑی عزت اور شوکت سے شہنشاہ کو دار الریاست مین لایا اور تمام نقد و جواہرات اُسکے حضور مین پیش کرکے عرض کی کہ وہ مع اپنے کل خاندان کے شہنشاہ پر قربان ہونے کو تیار ہے محمود تغلق خوش ہوا اور اپنی برگشتگی طالع کا دور دھار مین گذارنے پر راضی ہوگیا۔

صوبہ دار مالوہ کا بلند حوصلہ لڑکا "الف خان" باپ کی یہ عاجزی اور فروتنی دیکھکر خفا ہوا اور دھار سے بھاگ کر مانڈو چلا گیا۔ جہ جنوب مین پندرہ

(بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۱۴) مزار واقع دھار کے متصل دستیاب ہوا ہے جسپر تحریر ہے کہ ۷۹۵ھ (مطابق ۱۳۹۲ء) مین دلاور خان صوبہ دار نے سلطان محمود شاہ تغلق کے عہد مین اس مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا ۱۲

بیس میل کے فاصلہ پر ایک کوہستانی قلعہ ہے۔ جب تک سلطان محمود
دھار مین مہمان رہا۔ یہ رئیس زادہ مانڈو سے واپس نہ آیا۔ سنہ ۸۰۴ھ مین
محمود تغلق عازم دہلی ہوا اور دلاور خان نے تمام ساز و سامان شہنشاہی
اپنے آقا ولی نعمت کے لیے مہیا کر دیا۔ جب بادشاہ دھار سے رخصت
ہو گیا تو تقریباً تین برس کی غیر حاضری کے بعد الف خان مانڈو سے آیا
اور باپ سے اصرار کیا کہ وہ صوبہ داری کا ذلیل لقب چھوڑ کر خطاب شاہی
قبول کرے۔

جس وقت سے کہ مظفر خان صوبہ دار گجرات۔ نے خطاب شاہی اختیار
کیا اور سلطنت دہلی اسکو کچھ نقصان نہ پہونچا سکی دلاور خان کی نیت
بگڑ ہی ہوئی تھی اب بیٹے کے اصرار کا بہانہ سمند نازیہ تازیانہ ہوا حسن نے
خود مختاری کا اعلان کیا۔ چتر سفید اور سراپردہ سرخ جو بادشاہ کیلیے
مخصوص تھا استعمال کیا۔ جدید سکہ تیار کرایا اور مساجد مین اپنے نام کا
خطبہ پڑھوایا۔

کہتے ہین کہ سلطان فیروز تغلق کا بیٹا محمد شاہ جب باپ سے خفا ہو کر
دہلی سے فرار ہوا تو چار امیرون نے اسکی رفاقت کی تھی اور وفا پرستی
کی سختیان جھیلی تھین۔ محمد بادشاہ ہوا تو اُس نے ان رفیقون کو فراموش
نہین کیا۔ اول خواجہ سرور کو خواجہ جہان خطاب دیکر وزیر سلطنت بنایا۔

دوسرے ظفر خان بن وجیہ الملک کو مظفر خان کا خطاب دیکر گجرات کا صوبہ دار کیا۔ خضر خان کو ملتان کی گورنری عطا کی۔ اور دلاور خان غوری کو مالوہ کی ریاست عنایت فرمائی۔

خدا کی شان ہے کہ ان چاروں رفیقوں نے حق نعمت فراموش کرکے شہنشاہ سے بغاوت کی خواجہ جہان نے جونپور پر قبضہ کیا اور حکومت شرقیہ کی بنیاد ڈالی۔ مظفر خان گجرات کا مظفر شاہ اول مشہور ہوا۔ خضر خان ملتان کا بادشاہ ہوا۔ اور دلاور خان نے مالوہ کی خود مختار اسلامی حکومت کا آغاز کیا۔ دلاور بادشاہ ہوا تو اُس نے اپنے افسران فوج اور ارکین دربار کو خطابات اور مناصب سے سرفراز کیا۔ ریاست کے انتظامات درست کیئے۔ لیکن کوئی نمایاں ملکی خدمت[1] ظہور میں نہیں آئی تھی کہ چار سال سلطنت کرنیکے بعد ۸۰۸ھ (مطابق ۱۴۰۵ع) میں دفعتاً مرگیا۔ مولانا کمال الدین کی درگاہ کے متصل ایک قبر محمود خلجی بادشاہ مالوہ کی بتائی جاتی ہے لیکن وہ تربت غالباً دلاور خان کی ہے کیونکہ محمود خلجی اول کی قبر مانڈو میں ہے اور اُسکے متعلق ایک حکایت بھی ہے جو مناسب موقع پر درج کی جائیگی۔ محمود ثانی

---

[1] دھار کی مشہور لاٹ مسجد اسی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے شمالی دروازہ جینی وضع کا ہے مشرقی پھاٹک پر ایک نظم کندہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "دلاور غوری نے جو مولانا نذیر الدین کا مرید تھا یہ مسجد بنوائی اور ۸۰۸ھ میں مکمل ہوئی" اس مسجد سے ۸۰ فٹ کے فاصلہ پر ایک آہنی پہلو ہے جسکی بابت آئندہ اوراق میں لکھا جائیگا۔ ۱۲

بن ناصرالدین خلجی حوض دو ہر کے قریب مالوہ کی سرحد پر مدفون ہوا تھا اور یہ تربت اُسکی بھی نہین ہوسکتی۔ سلاطین مالوہ مین سے صرف دلاور ہی ایک بادشاہ تھا جس نے دھار مین اپنا مستقر رکھا ورنہ اُسکے عہد کے بعد دارالحکومت مانڈو ہوگیا تھا اور کسی دوسرے سلطان کا دھار مین دفن ہونا پایۂ ثبوت کو نہین پہونچتا۔ والغیب عنداللہ

شبہہ کیا جاتا تھا کہ دلاور خان کو اُسکے بیٹے نے زہر دیا اور مالوہ کے بعض افسران فوج بھی الف خان کو اس گناہ سے متہم کرتے تھے لیکن جب کوئی مرگ مفاجات واقع ہوتی ہے تو اس قسم کے شکوک پیدا ہوجاتے ہین۔ کوئی دلیل اس بے بنیاد شک کی نہین ہے۔

مظفر شاہ گجراتی[ل] جو کسی وقت مین دلاور خان کا خواجہ تاش تھا

[ل] مظفر شاہ ایک نومسلم خاندان کا رکن تھا۔ اور مرات اسکندری کی روایت کے مطابق سلطان فیروز تغلق کی سرکار مین شراب کھینچنے کی خدمت پر متعین تھا۔ اُسکے تیز اور سلیقہ کو دیکھکر بادشاہ نے جاہ و منصب سے سرفراز کیا وہ ایام مصیبت مین محمد بن فیروز تغلق کا رفیق دشت نوردی رہا۔ اور جب محمد تخت نشین ہوا تو صوبہ داری گجرات کے معزز عہدہ سے سربلند کیا گیا۔ کہتے ہین کہ فرحت الملک سابق صوبہ دار گجرات نے ہندوؤن کو امور سلطنت مین بہت دخیل کرلیا تھا۔ اور علماے اسلام نے ناراض ہوکر ایک عرضداشت اُسکے خلاف دہلی روانہ کی تھی سلطان محمد تغلق اپنے رفیق مصیبت کو عروج دینے کے لیے بہانہ کا منتظر تھا اُسنے مظفر خان کو گجرات کا صوبہ عنایت فرمایا۔ مظفر نے گجرات پہونچکر فرحت الملک کو شکست دی۔ ایدر کے راجہ کو مغلوب کیا۔ سومنا تھ پر جسکا نام سلطان محمود غزنوی کی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹ پر دیکھئے)

اسی شبہ مین گرفتار رہا۔ اُس نے الف خان کے حقوق ریاست سے انکار کیا اور مالوہ پر فوج کشی کردی۔ معلوم نہین کہ وہ کون سی منحوس ساعت تھی جسمین اپنے دوست کے خون کا عوض لینے کو منظفر نے دھار پر پہلا حملہ کیا کیونکہ اُس نامسعود گھڑی سے جو لڑائی کا سلسلہ ان دونون ہمسایہ ریاستون مین شروع ہوا وہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ۱۲۶ برس تک قائم رہا۔ یہان تک کہ مالوہ کی خودمختاری ختم ہوگئی اور چند ہی سال کے بعد مالوہ کے مٹانے والے بھی مٹ گئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸) بدولت ہمیشہ زندہ رہیگا دوبارہ اسلامی پھریرا اڑایا۔ ڈیو کا جزیرہ پورتگیز کے قبضہ مین سے پہلی بار دارالاسلام بنایا اور صوبہ گجرات کے قریب قریب ہر ایک گوشہ پر متصرف ہوگیا ۱۲

دوسرا باب

سلطان ہوشنگ غوری

بلند ہمت الف خان کے دماغ مین ہواے شاہی بھری ہوئی تھی وہ اپنے باپ سے اس قصور پر آزردہ ہوا تھا کہ بادشاہ دہلی کو اپنے علاقہ مین پناہ دیکر مراسم مہمانداری کیون ادا کیئے اور اُسکے سامنے اسقدر عجز و انکسار کا کیون اظہار کیا کہ افسری اور ماتحتی کا شبہہ ہو سکے۔ جب محمود تغلق مالوہ سے رخصت ہوا تو اُس نے اپنے باپ کو خطاب شاہی قبول کرنے پر آمادہ کیا مگر دلاور خان کو سلطنت راس نہ آئی وہ چار ہی برس مطلق العنانی کا لطف اُٹھا کر دُنیا سے راہی ہوا۔ اور اقبال مند بیٹے کیلیئے جگہ خالی کر گیا۔

الف خان ۸۰۸ھ مین سلطان ہوشنگ غوری کے لقب سے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔ امرا مالوہ اور ارکین سلطنت نے اطاعت کی لیکن اساس دولت ابھی مستحکم نہوا تھا کہ مظفر شاہ کے حملہ کی خبر ملی اور گجرات کی فوج دھار کے قریب پہونچ گئی۔ دار السلطنت کی دیوارون کے پاس مالوہ اور گجرات کی پہلی جنگ ہوئی۔ سلطان ہوشنگ نے بڑی

ـله سنہ ۱۸ھ

دلیری سے مقابلہ کیا۔ فریقین نے جی توڑ کوشش کی۔ مظفر زخمی ہوا۔ اور ہوشنگ گھوڑے سے گر پڑا۔ نسیم فتح گجرات کے پرچم پر چلی۔ ہوشنگ قلعہ دھار میں محصور رہا اور جب وہان بھی امن کی صورت نظر نہ آئی تو سلطان نے مظفر شاہ کی اطاعت قبول کرلی۔

بادشاہ گجرات نے سلطان کو حراست میں لیکر اپنے بھائی شمس خان کو نصرت خان خطاب دیکر مالوہ کا حاکم مقرر کیا۔ اور ہوشنگ کو بطور شاہی قیدی کے ہمراہ لیکر گجرات کو واپس ہوا۔ مالوہ کی دولت مندی نے نصرت خان کی حرص وطمع بڑھائی۔ رعایا پر جدید ٹیکس لگائے گئے اور اُسکے مظالم نے ملک مین بدامنی پیدا کردی۔ نصرت بدحواس ہوکر دھار میں اپنا قیام خطرناک سمجھا اور گجرات کی طرف پسپائی شروع کی۔

دھار کی فوج نے اس کمزوری سے فائدہ اُٹھایا اور نصرت کے لشکر کا ایک حصہ تباہ کردیا۔ مالوہ والون نے فوری جوش سے نصرت کو نقصان پہونچایا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد مظفر شاہ کے بدلہ لینے کا خوف سوار ہوا۔ اور دھار کو چھوڑ کر قلعہ مانڈو مین پناہ لی۔ دلاور خان متوفی کا بھتیجا موسیٰ خان ان جانبازون کا سردار بنا اور گجرات سے مدافعت کی تدبیرین سوچی جانے لگین۔

جب اس واقعہ کی اطلاع گجرات پہونچی تو ہوشنگ نے ایک خط اپنے

ہاتھ سے مظفر شاہ کو لکھا جسکا مضمون یہ تھا کہ "خداوند جہان وجہانیان اس فقیر کے باپ اور چچا کے برابر ہین۔ اہل غرض نے میری شکایت جو آپ تک پہونچائی ہے وہ خدا گواہ ہے کہ بالکل غلط ہے۔ اِس زمانہ مین سنا جاتا ہے کہ اُمرا ء مالوہ نے خان اعظم نصرت خان کے ساتھ بے اعتدالی کی ہے اور موسیٰ خان کو سردار بنا کر ریاست پر دست تصرّف دراز کیا ہے۔ اگر یہ فقیر قید سے آزاد کیا جاے تو ممکن ہے کہ وہ ملک پھر واپس ملجائے"۔

مظفر شاہ کے پوتے شہزادۂ احمد نے بھی ہوشنگ کی سفارش کی بادشاہ نے اپنے قیدی کو حبس سے نجات دیکر سلطان کا خطاب عطا فرمایا چتر سفید اور سراپردۂ سُرخ سے ممتاز کیا۔ اور پوتے کو حکم دیا کہ وہ ہوشنگ کے ساتھ فوج لیکر مالوہ جاے اور سلطان کو دوبارہ مالوہ کے تخت پر بٹھا آئے۔

شہزادۂ احمد سلطان کے ساتھ گجرات سے ۸۱۱ھ مین چلا اور بغیر کسی مزاحمت کے دھار تک پہونچ گیا دارالسلطنت فتح کیا اور سلطان کو تخت مالوہ پر متمکن کرکے گجرات واپس گیا۔ ہوشنگ چند روز تک دھار مین مقیم رہا اور سرداران مالوہ کو ہموار کرتا رہا۔ بیشتر اراکین سلطنت مانڈو مین تھے اور وہان سے اطاعت کے پیام بھیجتے تھے لیکن اپنے اہل وعیال موسیٰ خان کے احاطۂ اختیار مین چھوڑ کر علی الاعلان سلطان کا شریک حال ہونا خطرناک سمجھتے تھے۔

ہوشنگ نے فوجی قوت درست کی اور مانڈو کا محاصرہ کیا۔ آدمی بہت ضایع ہوے اور فائدہ کچھ نہ نکلا تو اُس نے اپنے لشکر کو صوبے کے دوسرے مقامات پر تسلط کرنے کے لیے منتشر کر دیا اور خود تھوڑی جمعیت کے ساتھ مانڈو کے سامنے خیمہ زن رہا۔ ایک رات موقع پا کر سلطان ہوشنگ کا چچازاد بھائی ملک مغیث مانڈو کے ایک نامی سردار ملک خضر کو ہمراہ لیکر قلعہ سے نکل آیا۔ اور سلطان کی رفاقت قبول کرلی۔ اِس خبر سے موسی خان ایسا مایوس اور دل شکستہ ہوا کہ بغیر لڑے بھڑے قلعہ مانڈو سلطان کے حوالہ کر دیا۔ اب ہوشنگ مالوہ کا باقاعدہ بادشاہ ہوا تمام ملک نے اسکی اطاعت کی۔ ملک مغیث وزیر سلطنت مقرر ہوا۔ اور بادشاہ کے عدل و انصاف کی داستانین کوچہ و برزن مین مشہور ہوئین۔

اسی زمانہ مین مشرق کے ایک بزرگ مخدوم قاضی برہان الدین جنکو بقول مولف گلزار ابرار "سیادت۔ ولایت۔ فضیلت اور مقبولیت مین والا نسبی اور عالی حسبی کا بڑا درجہ حاصل تھا" مانڈو تشریف لائے۔ اور سلطان ہوشنگ آپ کا مرید ہوگیا۔ بادشاہ کا عدل و انصاف پہلے ہی شہرت پاچکا تھا۔ اب اُسکی درویش پرستی بھی مشہور ہوئی اور علما و فضلا گروہ گروہ دارالسلطنت مانڈو مین آآکر بسنے لگے۔

(گلزار ابرار صفحہ ۱۵۰)

سلسلۂ قلندریہ کے سرگروہ حضرت سید نجم الدین غوث الدہر جن کے

شجر معرفت کی شاخین ابتک جونپور۔ اعظم گڑھ۔ الہ آباد۔ لاہرپور اور کاکوری وغیرہم مین موجود ہین۔ مدتون سے سیاحی کر رہے تھے۔ حج و زیارات سے فارغ ہوکر ہندوستان واپس آئے تو مانڈو مین گذر ہوا۔ منصف بادشاہ کی درویش پرستی و نیازمندی نے قدم پکڑے، قلعہ شاہی سے پانچ میل جانب شمال قصبہ نالچہ کے قریب ایک تالاب کے کنارے آپ نے سکونت اختیار کی۔ کرامات و ریاضات کی مہک تمام ہندوستان مین پھیلی اور اور فقراء دور دور سے آکر دارالریاست کے گرد جمع ہونے لگے۔

شیخ یوسف بدھا ایرجی المخاطب بہ مقتول العشق جنکے بزرگون نے خوارزم سے ہند آکر قصبۂ ایرج کو منور کیا تھا مانڈو تشریف لائے انھون نے خواجہ اختیار الدین عمر سے کتابی علوم اور قلبی کمالات کی تکمیل کرکے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ پھر شیخ جلال الدین بخاری اور شیخ راجو قتال سے بھی فیوض حاصل کیے تھے۔ امام غزالی کی منہاج العابدین کا ترجمہ آپ ہی کی تالیفات

(حاشیہ متعلق صفحہ ۲۳) صاحب نفحات العنبریہ من انفاس القلندریہ اپنی تالیف مین تحریر فرماتے ہین کہ حضرت نجم الدین کا سال وفات ۸۳۷ھ ہی لیکن گلزار ابرار مین سنہ وفات ۸۵۲ھ لکھا ہی دونون کو تسلیم ہے کہ حضرت کا وصال سلطان ہوشنگ غوری کے عہد مین ہوا ہے جو ۸۳۸ھ مین دنیا سے راہی ہوا اس لیے پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

حضرت کے مزار مبارک پر ایک گنبد سلطان غیاث الدین خلجی نے جو ۸۷۳ھ مین تخت نشین ہوا بنوایا تھا لیکن اب وہ منہدم ہوگیا۔ صرف چار دیواری باقی ہے۔ ۱۲

سے ہے۔ شعر و شاعری سے بھی ذوق تھا۔ صاحب گلزار ابرار لکھتے ہین کہ
۸۳۴ھ مین آپ کی خانقاہ مین قوالی ہو رہی تھی صوفیون کی جماعت پر
حالت طاری تھی کہ یکایک آپ کی روح عالم لاہوت کو پرواز کر گئی۔ آپ کی
قبر وہین خانقاہ کے صحن مین بنائی گئی ہے اور سلطان ہوشنگ کے نامور
جانشین محمود خلجی نے آپ کی قبر پر ایک عالیشان گنبد تیار کرایا "خداش خیر دہاد
آنکہ این عمارت ساخت" غرض ان بزرگون کی ہمت اور "انفاس سحر خیزان"
کی بدولت سلطنت مانڈو کو استقلال میسر آیا اور سلطان ہوشنگ کا نام
دنیا مین زندہ رہ گیا لیکن بےفکری اور فارغ البالی اس مجاہد کو نصیب نہ ہوئی۔
تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مظفر شاہ گجراتی کا ۶ ربیع الثانی ۸۱۴ھ کو انتقال
ہوگیا اور گجرات سے جنگ کا سلسلہ پھر شروع ہوا۔

فرشتہ لکھتا ہے کہ مظفر شاہ نے اپنے انتقال سے پیشتر شہزادہ احمد کو
اپنا وارث اور جانشین نامزد کر دیا تھا۔ صاحب منتخب التواریخ کی روایت
ہے کہ مظفر نے احمد کو اپنی زندگی ہی مین تخت پر بٹھا دیا تھا۔ اور اس رسم کے
ادا ہونے کے پانچ مہینے سولہ روز بعد مظفر شاہ دُنیا سے رُخصت ہوا۔
بہرصورت دادا کی نیت یہ تھی کہ احمد کی سلطنت مین تزلزل واقع نہ ہوا
اور وہ بغیر اختلاف کے مسند آرا ہو جائے۔ لیکن یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی۔
مظفر کی آنکھ بند ہوتے ہی سلطنت کے بہت سے دعویدار پیدا ہو گئے۔

انھین مدعیان حکومت مین سے ایک شہزادہ فیروز مرحوم مظفر کا بھتیجا تھا۔ بعض اراکین سلطنت نے اُسکے دعوی کی تائید کی اور اُسی کی بادشاہی کا اعلان کیا۔ فوجی قوت شہزادۂ احمد کے ساتھ تھی۔ فیروز نے سلطان ہوشنگ سے مدد مانگی اور مالوہ کا بادشاہ مظفر کے احسانات فراموش کرکے اور احمد کی مہربانیان اور عنایتین بھلا کر صرف اُس شرمندگی کو مٹانے کے لیے جو گجرات کی پہلی لڑائی سے حاصل ہوئی تھی باغیون کا ساتھ دینے کو تیار ہوگیا بشرطیکہ اُسکو ایک لاکھ تنکہ[سلہ] یومیہ ہر ایک کوچ کے لیے بطور مدد خرچ کے دیا جاوے۔

ادھر ہوشنگ گجرات کی طرف روانہ ہوا اور اُدھر احمد شاہ نے فیروز خان کے پاس اپنے وکیل پیام صلاح لیکر بھیجے۔ تھوڑی فوج بھی اُسکے مغلوب کرنے کو روانہ کی۔ فیروز دلاوری کے نشہ مین ہوشنگ کی آمد کا انتظار کیے بغیر اس فوج سے دست و گریبان ہوگیا۔ اور شکست پاکر بروچ کے قلعہ مین محصور رہا۔ احمد شاہ کے وکیلون نے فیروز اور اُسکے بھائی ہیبت خان کو جنگ مین طوالت دینے سے منع کیا فوج کی بددلی اور اسباب جنگ کی کمی دیکھ کر شہزادون کے بھی ہوش درست ہوگئے اور انھون نے بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی۔ احمد شاہ نے مروت و رحم کا

سلہ تنکہ زمانہ حال کے مروجہ سکہ سے آٹھ دس آنہ کے برابر ہوتا ہے ۱۲

برتاؤ کیا اور اُنکی قدیم جاگیرین بحال کردین۔ سلطان ہوشنگ ابھی گجرات کے مشرقی حصہ مین لوٹ مار کر رہا تھا کہ احمد شاہ کو اپنے عزیزون کی بغاوت سے اطمینان ہوگیا اور اُس نے ایک زبردست فوج ہوشنگ کے زیر کرنے کو روانہ کی جس نے بادشاہ مالوہ کو دھار واپس جانے پر مجبور کیا۔ اس فتح کی یادگار مین احمد شاہ نے دریائے سابرمتی کے کنارہ وہ مشہور شہر آباد کیا جو احمد آباد کے نام سے مدتون تک گجرات کا دارالسلطنت رہا۔ اور جسکی بابت فرشتہ کا دعویٰ[1] ہے کہ وہ نہ صرف ہندوستان بلکہ دُنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت شہر ہے۔

فیروز کی بغاوت فرو کرنے کے بعد احمد شاہ نے راجہ جلواڑہ پر حملہ کیا اور اُس راجہ نے بھی سلطان ہوشنگ سے مدد چاہی۔ مالوہ کا سلطان گجرات پر حملہ کرنے کو بہانہ ڈھونڈھتا تھا۔ فوراً آمادہ ہوگیا اور گجرات کے مشرقی حصون کو پھر لوٹنا شروع کردیا۔ احمد شاہ اُسکے مقابلہ کو بڑھا تو صوبہ کچھ مین بغاوت ہوگئی۔ احمد نے اپنی فوج کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک حصہ سلطان ہوشنگ کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا اور دوسرے کو کچھ کی طرف بھیجا۔ ہوشنگ گجراتیون کی طاقت سے آگاہ تھا۔ اس فوج کے

ے۱ "اگر گفتہ شود کہ در تمامی ہندوستان بلکہ در کل جہان بآن عظمت و آراستگی شہرے موجود نشدہ مبالغہ نبودہ شد" تاریخ فرشتہ۔ کیفیت بادشاہی سلطان احمد شاہ گجراتی۔

آتے ہی دھار کی طرف واپس ہوا۔ اور یہ گجرات کے مقابلہ مین اُس کی تیسری شکست تھی۔

گجراتی فوج کا دوسرا حصہ جو کچھ کی طرف سے گیا تھا اُس نے باغیونکو زیر کیا لیکن دشمنون کا سردار شیر ملک نام راجہ گرنار کے قلعہ مین پناہ گزین ہوا۔ احمد شاہ کو گرنار کا حصار دیکھنے کا شوق تھا

یہان کے حکمرانون نے کبھی مسلمانون کی اطاعت نہین کی تھی شیر ملک کی پناہ دہی کا بہانہ لیکر بادشاہ نے گرنار پر حملہ کر دیا۔ راجہ کو شکست ہوئی اور وہ جوناگڈھ مین محصور رہا۔ بادشاہ نے اب بھی پیچھا نہ چھوڑا تو محاصرہ کی سختیون سے عاجز آکر راجہ نے خراج دینا قبول کیا اور اس طرح گرنار کا راجہ پہلی بار مطیع اسلام ہوا۔

اس عرصہ مین حاکم خاندیس کے لڑکے ملک نصیر نے اپنے چھوٹے بھائی کی جاگیر پر قبضہ کر لیا۔ بھائی نے سلطان مالوہ سے مدد مانگی اور شاہزادہ غزنی خان پندرہ سو سوارون کے ساتھ اُسکی اعانت کو بھیجا گیا۔ غزنی خان نے مابہ النزاع قلعہ فتح کر کے مظلوم بھائی کو دلا دیا اور اُسکے بعد سلطانپور پر جو گجرات کا ایک ضلع تھا حملہ کر دیا۔ احمد شاہ کو خبر ملی تو وہ سلطان پور کی مدد کو چلا اور اُسکی آمد کی خبر پاتے ہی شہزادہ مالوہ فرار ہوگیا۔ اُدھر جاپانیر۔ ننڈوٹ اور ایدر کے راجاؤن نے احمد شاہ کو مہم سلطان پور مین

مصروف دیکھ کر سلطان ہوشنگ کو فتح گجرات کے لیے بلایا۔ اور ایسے ہوشیار
راہبر اسکی ہدایت کے لیے بھیجے کہ مالوہ کی فوج یکایک وسط گجرات مین
داخل ہو جائے اور احمد شاہ کو خبر بھی نہو۔ سلطان کو تین بار گجرات سے
زک مل چکی تھی اپنی رسوائی دور کرنے کے لیے وہ فوراً حملہ کرنے کے لیے
تیار ہو گیا۔ اور ۸۲۱ھ مین چوتھی بار اس ہمسایہ صوبہ پر چڑھائی کر دی۔
اپنے رہنماؤن کی چالاکی سے ایسا چپ چاپ گجرات مین آیا کہ جب احمد شاہ
شہزادہ مالوہ کو سلطان پور سے بھگا کر مطمئن ہوا تو دفعتاً خبر ملی کہ ہوشنگ
مہراس تک پہونچ گیا ہے اور سارا ملک خطرہ مین ہے۔ بلند ہمت بادشاہ
نے ایک منٹ کے لیے بھی پس و پیش نہ کیا اور باوجود سخت بارش کے
ایسی تیزی سے ڈبل کوچ کرتا ہوا اپنے دارالسلطنت کے قریب تک
واپس آیا کہ ہوشنگ حیرت مین رہ گیا۔ سلطان نے اپنے انجا دی
راجاؤن کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور احمد شاہ کے کوچ و مقام کی خبر نہ ملنے کا
اُن کو ذمہ دار قرار دیا مگر گجرات کی پوری فوجی قوت سے مقابلہ کی طاقت
نہ تھی اس لیے ان فتنہ انگیز راجاؤن کو اُنکی قسمت پر چھوڑ کر مایوسی اور
ناکامی کا سہرا باندھ کر مالوہ کی طرف پسپا ہوا۔

اب احمد شاہ سلطان ہوشنگ کی متواتر بدعہدیون سے عاجز آگیا تھا
فوج کو تھوڑا آرام دینے کے بعد اُس نے مالوہ پر دھاوا کر دیا اور راجاؤن کے

قریب بغیر کسی قابل ذکر مزاحمت کے پہونچ گیا۔ کلیاوا کے محفوظ مقام پر سلطان ہوشنگ اپنی فوج لیے پڑا تھا۔ اور لشکر کے گرد حفاظت کے لیے خاردار جھاڑیان لگا رکھی تھین۔ احمد شاہ نے اِن کانٹون کی پروانہ کر کے فوراً حملہ کر دیا۔ اقبال اُسکے ساتھ تھا۔ گجرات کا ایک ہاتھی مست ہو کر دشمن کی لائن مین گھس گیا اور اُس نے کانٹون کو کچل کر حملہ آور دستہ کے لیے راستہ صاف کر دیا۔ جنگ کے آغاز ہی مین غزنی خان شہزادۂ مالوہ ایک تیر سے مجروح ہوا اور اُسکے زخمی ہونے سے مالوہ والون مین کھلبلی مچی۔ ایک منٹ کی غفلت مین لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا مالوہ کی فوج کو سخت ہزیمت ہوئی۔ اور سلطان ہوشنگ گجرات کے لشکر سے پانچوین دفعہ شکست پاکر مانڈو کی طرف بھاگا۔ گجراتیون نے نالچہ تک اُس کا تعاقب کیا۔ ہوشنگ مانڈو کے قلعہ مین پناہ گزین ہوا۔ اور اس حصار کا فتح کرنا دشوار سمجھ کر احمد شاہ نے دھار کی طرف کوچ کیا۔ وہان سے اوجین جانے کا ارادہ تھا مگر برسات شروع ہو گئی اور مشیران سلطنت نے مالوہ کی فتح سال آیندہ تک ملتوی رکھنے کی صلاح دی۔ احمد شاہ آغاز ۸۲۲ھ مین گجرات واپس آگیا مگر سال ختم ہونے سے پہلے ہی اُس نے دوبارہ حملہ کیا اور سلطان نے مدافعت کی قوت نہ دیکھ کر اپنے وکیل پیام صلح لیکر احمد شاہ کے پاس بھیجے اور نذرانہ دیکر عاجزی سے صلح کی۔

گجرات کے لشکر مین ہاتھیوں کی کثرت تھی اور سلطان کے پاس ہاتھی بہت کم تھے۔ ہوشنگ نے متعدد بار گجرات سے لڑکر دیکھا کہ ہاتھی میدان جنگ مین بہت کام دیتے ہین اور گجرات سے کلہ بہ کلہ لڑنے کے لیے ہاتھیونکی ایک کثیر تعداد مالوہ کے لشکر مین ہونا ضروری ہے۔ لہذا اُس نے گجرات سے دیگر صلح کرلی تاکہ وقت فرصت مین مشرقی علاقون سے ہاتھی مہیّا کیے جائین اور آئندہ لڑائی مین اُن تمام شرمندگیون کا معاوضہ کیا جائے جو پانچ بار گجرات سے مقابلہ کرنے مین حاصل ہوئی تھین

غرض گجرات کی سرحد سے مطمئن ہوکر سلطان نے مشرق کی طرف آنکھ اٹھائی اور قلعہ کرلا پر جو برار کے ملک مین واقع تھا حملہ کردیا۔ وہان کا راجہ نرسنگھ راے پچاس ہزار آدمی لیکر مقابلہ پر آیا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد مالوہ والون کو فتح ہوئی۔ راجہ قتل ہوا۔ چوراسی ہاتھی اور راجہ کا خزانہ بادشاہ کے تصرف مین آیا۔ نرسنگھ راے کا لڑکا کرلا سے فرار ہوکر دوسرے قلعہ مین چھپا مگر وہان بھی امن کی صورت نہ دیکھکر سلطان مالوہ کا باجگذار بنگیا۔ اور ہوشنگ مال غنیمت لیکر مانڈو واپس آیا۔ اس فتح نے سلطان کے مشرقی علاقون مین دھاک بٹھادی۔ مال غنیمت کے انبار نے دارالسلطنت کو دولتمند بنادیا اور علماء وقت نے اس جنگ کو جہاد اور سلطان کو غازی سمجھکر ہوشنگ کی ہردلعزیزی مین چار چاند لگا دیے۔

سلطان کا چچا زاد بھائی ملک مغیث جو ابتدا مین ہوشنگ کے استحکام سلطنت کا ذریعہ ہوا تھا اسوقت تک ریاست مالوہ کا دست و بازو تھا۔ اُس کا اقبال مند لڑکا ملک محمود جسکی صورت سے بلند اختری کے آثار ہویدا تھے سلطان کو بہت عزیز تھا۔ سنہ ۸۲۲ھ مین اس لڑکے کو خطاب خانی عنایت ہوا اور یہ فرمان صادر ہوا کہ آئندہ سے یہ لڑکا لڑائی مین ہمرکاب رہا کرے اور اُس کا باپ دار السلطنت مین رہکر امور مملکت کو انجام دیا کرے قلعہ کرلا کی فتح مین یہ شریک تھا۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ راجہ سے مقابلہ مین ہوشنگ کی مہتم بالشان کامیابی اسی با اقبال کے یمن قدم کا ثمرہ تھی۔ ورنہ اس سے پہلے کسی لڑائی مین سلطان مالوہ کو ایسی ناموری حاصل نہوئی تھی۔

کرلا کی فتح نے سلطان کی ہمت بڑھا دی اور سنہ ۸۲۵ھ مین اُس نے ایک ایسی عجیب و غریب کارروائی کی جسکی نظیر ہندوستان کی تاریخ مین دریافت کرنا مشکل ہے۔

مالوہ سے بیسیون منزل دور اوڑیسہ کے جنگل مین ہاتھیون کی افراط تھی اور مشہور تھا کہ جاجنگر[1] کے راجہ سے بہتر کسی والی ملک کی سرکار مین ہاتھی نہین ہین۔ ہوشنگ ایک ہزار منتخب سوارون کو ہمراہ لیکر سوداگرون کے

[1] جاجنگر اوڑیسہ کا دار الحکومت تھا۔ اب یہ ایک قصبہ ہے اور اُسکو جاجپور کہتے ہین ۱۲

بھیس مین اس راجہ سے ہاتھی خرید کرنے گیا مختلف قسمون کے گھوڑے
اور بیش قیمت اجناس تجارت ساتھ لیکر یہ مصنوعی تاجرون کی جماعت
اوڑیسہ پہونچی - دستور کے مطابق نو وارد سوداگر کے آمد کی اطلاع راجہ کو
پہونچائی گئی اور سرکار سے حکم ہوا کہ اسباب کا ملاحظہ راجہ بذات خاص
کریگا اور جو اجناس پسند ہون گی اُنکی قیمت یا تو نقد ادا کی جائیگی یا معاوضہ
مین ہاتھی دیے جاوینگے - ملاحظہ کے لیے ایک دن مقرر ہوا اور معینہ وقت
پر اسباب تجارت زمین پہ پھیلایا گیا - اتفاق سے آسمان پر ابر چھایا ہوا تھا
سلطان نے ملازمان ریاست سے کہا کہ اسباب سایہ مین رکھا جائے
کیونکہ پانی برسا تو یہ بیش قیمت سامان خراب ہوجائیگا - نوکرون نے
نہ مانا اور مصر ہوے کہ جب تک مہاراج اجناس کا ملاحظہ نہ فرمالین
کل اسباب اسیطرح زمین پر پھیلا رہے اور گھوڑے زین کسے ہوے
صف بہ صف کھڑے رہین - خدا خدا کرکے مہاراج کی سواری آئی اور
اُسیوقت ایک پُرشور آندھی چلنا شروع ہوئی - جلوس کے ہاتھی بگڑ گئے اور
سلطان کا اسباب پامال کرڈالا - ہوشنگ پہلے ہی سے غصہ مین تھا
اب قیمتی اجناس کی پامالی نے دنیا اسکی آنکھ مین سیاہ کردی - اُس نے
اپنے ہمراہیون کو گھوڑون پر چڑھنے کا حکم دیا - اور بغیر غور و فکر کیے ہوئے
راجہ اور اُسکے درباریون پر حملہ کردیا - جاجپور والے سوداگرون کا

تماشہ دیکھنے آئے تھے اور لڑائی کے لیے تیار نہ تھے سراسیمہ ہوکر بھاگنے لگے۔ اُن مین سے بیشتر قتل ہوئے اور راجہ گرفتار ہوگیا۔جب مہاراج قید ہوکر ملک التجار کے سامنے آئے تو اُن کی ندامت اور حیرت دیکھ کر ہوشنگ نے مایا کا جال توڑ دیا اور اپنا مرتبہ ظاہر کیا۔اس صفائی اور دیدہ دلیری نے راجہ کی بدحواسی مین اور اضافہ کیا۔اُس نے بخوشی پچھتر ہاتھی سلطان کے نذر کیے اور اپنی جان بخشی کا خواستگار ہوا سلطان عاقبت اندیش تھا اُس نے راجہ کو دارالسلطنت کے قریب حراست سے چھوڑنا مناسب نہ سمجھا سرحد تک اپنے ہمراہ لے گیا اور وہان کچھ اور جو لعبوتر ہاتھی مہاراج سے لیکر واپسی کی اجازت دی۔خود مظفر و منصور مالوہ کی طرف راہی ہوا۔یہ کل کارروائی چھ مہینے کے اندر واقع ہوئی۔

سلطان کا چھ مہینے دارالحکومت سے غائب رہنا دشمنون سے کیونکر پوشیدہ رہ سکتا تھا خفیہ نویسون نے احمد شاہ کو خبر پہونچائی اور اُسنے میدان خالی دیکھ کر مالوہ پر حملہ کردیا۔قلعہ مہیسر کو فتح کیا۔ مانڈو کا محاصرہ کیا۔ اُسکی فتح مین عرصہ دیکھ کر خود اوجین کی طرف چلا گیا اور لشکر کا ایک بڑا حصہ مانڈو کے سامنے چھوڑ گیا۔گجرات سے منجنیقین اور دیگر ہولناک آلات حرب منگوالیے اور جب کل سامان جمع ہوگیا تو مانڈو گڈھ کا محاصرہ بہت زور و شور سے شروع کیا۔

ہوشنگ ابھی راہ ہی مین تھا کہ اسکو محاصرہ کی خبر ملی اور اُس نے پہلے تو کرلا کے باجگذار راجہ سے دارالریاست کی حفاظت کے لیے فوج مانگی پھر مصلحت وقت دیکھکر راجہ کو گرفتار کرلیا اور قلعہ کرلا کو دارالاسلام بناکر اپنا فوجی دستہ وہان متعین کیا تاکہ مانڈو دشمنون کے تصرف مین آجائے تو اس قلعہ مین پناہ مل سکے - اپنی پشت اسطرح مضبوط کرکے وہ مانڈو کی طرف بڑھا اور جنوبی پھاٹک سے (جو تارہ پور کا دروازہ مشہور ہے) جدھر محاصرین کی جمعیت کم تھی قلعہ مین داخل ہوا۔

مانڈو کا نام ان اوراق مین کئی بار آچکا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر قلعہ مانڈو کا کچھ تذکرہ کیا جائے جو کسی وقت دُنیا کے عجائبات مین شمار کیا جاتا تھا اور آجتک اُسکی عظمت و شوکت کے سامنے بڑے بڑے ماہرین صنائع قدیمہ سر تسلیم خم کرتے ہین - یہ قلعہ پہاڑ کی ایک چوٹی پر اٹھارہ کوس کے دائرہ مین بنا تھا سلطان ہوشنگ غوری نے جبکہ وہ صرف الف خان تھا اور اپنے باپ سے آزردہ ہوکر دھار سے جُدا ہوا تھا اِس قلعہ کی مرمت کرائی تھی اور اُسکے استحکامات مین اضافہ کیا تھا۔

جب وہ سلطان ہوا تو اُس نے اُسی کو اپنا دارالحکومت مقرر کیا اور اُس کا نام ہندوستان کی تاریخ مین ہمیشہ کے لیے مشہور کردیا - یہ قلعہ بہت قدیم زمانہ کا بنا ہوا تھا اور اُسکی بابت ایک عجیب قصہ شہنشاہ جہانگیر نے

اپنی توزک مین لکھا ہے جسکا یہان پر نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہین ہے۔
راجہ بکرماجیت کے عہد سے پہلے ایک راجہ جے سنگھ دیو اس ملک
پر حاکم تھا اُسوقت مین ایک کاشتکار جنگل کو گھانس چھیلنے گیا۔ جب گھاس
کی گٹھری لیکر آیا تو دیکھا کہ کھرپی کا کچھ حصہ زرد ہوگیا ہے۔ کسان کو تعجب
ہوا اور کھرپی ایک لوہار کو دکھائی اُس لوہار کا نام ماندن تھا۔ لوہار نے
پہچان لیا کہ کھرپی کا پھل سونیکا ہوگیا ہے۔ اُس نے سُنا تھا کہ نواح کے
جنگل مین کسی جگہہ پارس پتھر ہے جسکے چھونے سے لوہا اور تانبا سونا ہوجاتا ہے
اُسکو شبہ ہوا کہ یہ کھرپی پارس پتھر سے مس ہوئی ہے وہ کسان کو ساتھ لیکر
اُس مقام پر گیا جہان کاشتکار نے گھاس چھیلی تھی اور خوبی تقدیر سے پارس پتھر
اُس لوہار کے ہاتھ آگیا۔ ایسی قیمتی جنس اپنے پاس رکھنا خطرناک سمجھکر لوہار نے
وہ پتھر راجہ کے نذر کیا اور اُس خوش قسمت راجہ نے اِس طلسمی تحفہ سے
بہ افراط سونا بنایا اور بیشمار دولت اپنے خزانہ مین جمع کی۔ پھر راجہ نے
اِس قلعہ کی تعمیر شروع کی جو بارہ برس کی طویل مدت مین تکمیل کو پہونچا اور
اور ماندن لوہار کی یادگار مین مانڈو گڈھ اسکا نام رکھا گیا۔ جب جے سنگھ دیو
خوب عیش و عشرت کر چکا اور اُس کا دل دنیا سے سرد ہوا تو اُس نے نربدا کے
کنارے برہمنون کو جمع کیا اور اپنی لاتعداد دولت اُن کے درمیان تقسیم کر دی
جس برہمن کا وہ سب سے زیادہ معتقد تھا اُسکو پارس پتھر عنایت کیا مگر

"تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل" الچی برہمن روپیہ اور اشرفی
کی جگہ پتھر پاکر نہایت غمزدہ ہوا اور وہ دولت لازوال بغیر پوچھے سمجھے
نربدا میں پھینک دی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ پتھر ابھی تک نربدا میں پڑا
ہے لیکن اُس کا صحیح مقام کسی کو معلوم نہیں۔

اس قصہ کا جھوٹ سچ شہنشاہ جہانگیر کی گردن پر ہے لیکن اس میں کلام
نہیں کہ بیشمار دولت اس قلعہ کی تعمیر میں صرف ہوئی ہوگی۔ اور اگر بارہ برس
کی مدت میں یہ مکمل ہوگیا تو سمجھنا چاہیئے کہ جلد ہوا!!

اس قلعہ کے گرد بجائے خندق کے قدرتی وادیاں ہیں اور ان میں سے
بعض اسقدر عمیق ہیں کہ اُن کو عبور کرکے قلعہ پر حملہ کرنا انسانی طاقت سے
باہر ہے۔ قلعہ کے اندر پانی اور چارہ کی افراط ہے۔ زراعت کے لیے
بھی جگہ ہے۔ دائرہ اتنا طویل ہے کہ کسی دشمن کو ہر طرف سے سلسلۂ رسد بند کرنا
قریب قریب غیر ممکن ہے۔

جنوب کی طرف قلعہ کا راستہ اسقدر ناہموار اور ڈھالو ہے کہ سوار اُسپر
چل نہیں سکتا۔ ایک طرف دشمن کی فوج کاٹ ڈالی جائے تو دوسری

۱؎ سرجان ملکم نے جبکہ وہ انیسویں صدی کے آغاز میں بسلسلہ ملازمت مالوہ آئے
تھے زمینداران مانڈو کے قدیم کاغذات سے ایک نقشہ تیار کیا تھا جس سے مانڈوگڑھ
کی وسعت کا اندازہ ملتا ہے۔ اُن کی "یادداشت مالوہ" مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق مانڈوگڈھ
کے اندرادھنی کی تقسیم اسطرح تھی:— (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸ پر دیکھیے)

سمت والون کو جلد خبر بھی نہین پہونچ سکتی۔ جب تک سلطان ہوشنگ
قلعہ مین نہ تھا گجراتی ہمت سے محاصرہ کیے رہے مگر جب سلطان کی واپسی
کی اطلاع ملی تو قلعہ کے گرد اپنی فوج کا پھیلانا بیکار سمجھکر احمد شاہ نے
گرد و نواح کے دیہات پر تصرف شروع کیا۔ اور فوج کا بیشتر حصہ اپنے ساتھ
لیکر اوجین کے راستہ سے سارنگپور کی طرف چلا۔ سلطان بھی مقابلہ کیلیے

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۳۹

غیر مزروعہ	۲۵۵۵ بیگھہ
حمام	۴۰ "
چھوٹی پہاڑیان	۲۳۵۰ "
باغات	۳۶۳ "
مساجد	۷۰۵ "
چاہات	۳۱۰ "
محلات شاہی	۵۰۰ "
سرائین	۳۰۵ "
لال باغ شاہی	۲۰۰ "
بارہ بازارین	۱۴۷ "
بڑا تال	۹۱۰ "
چھوٹے تالاب	۲۶۳ "
آبادی	۲۲۵۸ "
مزروعہ	۸۴۵ "
انعام معافی زمیندران	۱۲۵ "
	۱۱۸۷۶ بیگھہ

سارنگپور کی طرف بڑھا اور بادشاہ گجرات سے پہلے سارنگپور پہونچکر اُس نے ایک خط حاکم گجرات کو لکھا کہ مسلمانون کا خون ہم دونون کی گردن پر ہوتا ہے لہذا بہتر ہے کہ ہمارے آپسمین صلح ہوجاے اور آپ گجرات واپس جائین اور میرے سفیر آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر شرائط صلح پیش کرینگے تاکہ آئندہ کے لیے سلسلۂ جنگ منقطع ہوجائے۔

احمد شاہ پر یہ داؤن چل گیا۔ اُس نے لڑائی ملتوی کی بلکہ دشمن کے ملک مین جو احتیاط اپنی حفاظت کے لیے کرنا چاہیئے اُس سے بھی غافل ہوگیا سلطان نے اِس غفلت سے فائدہ اُٹھا کر ۱۴ محرم ۸۲۶ھ کو گجرات کے لشکر پر شب خون مارا اور گجراتیون کی کثیر تعداد بغیر کسی مقابلہ کے قتل ہوگئی۔ احمد شاہ کے ڈیرہ پر راجپوتون کا پہرہ تھا لیکن مالوہ والے شاہی خیمہ تک پہونچ گئے اور قریب کل راجپوت محافظ اپنے آقا پر فدا ہوگئے ان بہادرون کا خون رائگان نہین گیا یعنی اُن کا آقا ولی نعمت موقع پاکر رات کی تاریکی مین فرار ہوگیا اور کیمپ سے باہر ایک جگہ ٹھہر کر اپنے منتشر سپاہیون کو جمع کرنے لگا۔ صبح تک اُسکے ساتھ پھر جانبازون کی جماعت اکٹھا ہوگئی اور انھین سرفروشون کی مدد سے اُس نے مالویون پر حملہ کردیا۔ ہوشنگ نے بہت بہادری دکھائی اور بڑی جوانمردی سے لڑا۔ سلطان اور احمد شاہ دونون زخمی ہوے۔ لیکن ہوشنگ کی قسمت مین گجرات پر غلبہ نہ تھا۔ اس

جنگ مین بھی سلطان ہی کو شکست ہوئی اور بدعہدی کا ثمرہ ملا سلطان نے سارنگپور کے قلعہ مین پناہ لی۔ احمد شاہ کو اپنا کل مال واپس ملگیا۔ اور اسکے علاوہ سلطان ہوشنگ کے ۲۰ ہاتھی بھی اُسکے قبضہ مین آئے جنمین سے سات ہاتھی جاج نگر کے تھے اور اُن پر شاہی خزانہ لدا ہوا تھا۔

اس غیر متوقع فتح کے بعد احمد شاہ نے گجرات کی طرف پسپائی شروع کی اور سلطان نے اس واپسی کو اپنی کامیابی سمجھکر گجراتی لشکر کے پچھلے حصہ کو ستانا شروع کیا۔ احمد شاہ مجبور ہوکر دوبارہ مقابلہ پر آیا اور حسب دستور پھر سلطان کو شکست ہوئی مالوہ کے چار پانچ ہزار آدمی اس لڑائی مین کام آئے اور احمد شاہ مظفر و منصور اپنی سرحد تک پہونچ گیا۔ سلطان ہوشنگ مانڈو واپس گیا اور اپنی شکست خوردہ فوج کی آراستگی مین مصروف ہوا۔

جب فوجی قوت کچھ سنبھلی تو سلطان نے گنگرون کا قلعہ فتح کرکے گوالیار کا محاصرہ شروع کردیا ایک مہینہ کے محاصرہ کے بعد معلوم ہوا کہ سید مبارک بن سید خضر خان بادشاہ دہلی راجہ گوالیار کی مدد کے لیے آرہے ہے تو سلطان نے اپنی فوج گوالیار کے سامنے سے ہٹائی اور سید سے مقابلہ کرنے کو دھولپور تک گیا۔ چند روز کے نامہ و پیام کے بعد سلطان مالوہ اور بادشاہ دہلی مین صلح ہوگئی۔ ہدایا و تحفہ کا تبادلہ ہوا اور فریقین

اپنے اپنے ملکوں کو واپس ہوئے۔
۸۳۲ھ میں احمد شاہ بہمنی بادشاہ دکن نے کرلا کے قلعہ پر دھاوا کیا۔ یہاں کا قلعدار سلطان کا ماتحت تھا۔ بادشاہ مالوہ اپنے باجگذار کی مدد کو دوڑا۔ دکنیوں نے اسکی آمد سنکر محاصرہ اٹھا لیا اور اپنے ملک کی طرف پسپا ہونے لگے۔ مالوہ والوں نے تعاقب کیا ایک گھمسان لڑائی ہوئی جسمیں سلطان کو زک ملی۔ اسکی فوج بے ترتیبی سے بھاگی تمام بھاری سامان اور سلطانی متعلقین دشمن کے ہاتھ آئے۔ بادشاہ اپنی جان بچا کر مالوہ کی طرف فرار ہوا لیکن بہمنی نے سلطان کے اہل و عیال کے ساتھ نہایت شرافت اور مروّت کا برتاؤ کیا۔ اور پانچسو سوارونکی حفاظت میں جملہ متعلقین سلطانی کو مانڈو پہونچوا دیا۔

سلطان کو کئی برس تک اس شکست کا صدمہ رہا اور تین سال تک کسی جدید لڑائی کی ہمت نہ کی مگر ۸۳۵ھ میں اس کا جوش دلاوری پھر ہیجان میں آیا اب نہ گجرات سے لڑنے کا دم تھا نہ دکن سے برسرپیکار ہونیکا یارا لہذا شمال کی طرف کالپی کا قلعہ فتح کرنے چلا۔ یہ قلعہ اسوقت تک بادشاہ دہلی کے ماتحت تھا اور یہاں کا سردار عبدالقادر نام شہنشاہ دہلی کا باجگذار تھا۔ سوء اتفاق سے جسوقت ہوشنگ نے اس قلعہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اسی وقت ابراہیم شاہ شرقی بادشاہ جونپور کو بھی اسی دم رلفتاد

قلعہ پر تصرف کرنے کا خیال آیا۔ دونون بادشاہ اپنی اپنی فوجین لیکر کالپی فتح کرنے چلے اور جب مقام مقصود کے قریب پہونچے تو ایک کو دوسرے کی نیت معلوم ہوئی۔ اب قلعہ پر حملہ کرنے سے پہلے آپس مین بزور شمشیر تصفیہ کرنا ضروری ہو گیا۔ لہذا مالوہ اور جونپور کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے خیمہ زن ہوے تاکہ یہ دونون فوجین باخود ہا لڑ کر طے کرلین کہ اُن مین سے کون کالپی کے فتح کرنے کا حق رکھتی ہے۔

قبل اسکے کہ یہ دونون جنگجو بادشاہ لڑائی شروع کرین ابراہیم شرقی کو خبر ملی کہ سید مبارک بادشاہ دہلی نے دار السلطنت جونپور پر حملہ کر دیا ہے اور گھر کی خیر منانا کالپی کے فتح کرنے سے زیادہ ضروری تھا ابراہیم فوراً جونپور چلا گیا اور سلطان آسانی سے کالپی پر قابض ہو گیا مساجد مین سلطان مالوہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور عبد القادر مالوہ کا ماتحت بن گیا۔

کالپی سے واپسی کے وقت راستہ مین خبر ملی کہ چند ڈاکوؤن نے "حوض بھیم" کے مقام پر اپنا ملجا اور مامن بنایا ہے اور وہان سے مالوہ کے علاقہ پر چھاپے مارتے ہین سلطان ان ڈاکوؤن کو سزا دیتا اور "حوض بھیم" کو تباہ کرتا ہوا مانڈو آیا۔

گونڈواڑہ کے راجاؤن کو مغلوب کرنے کے لیے نربدا کے کنارے سلطان نے ایک شہر آباد کیا تھا جو آج تک ہوشنگ آباد کے نام سے

ہندوستان مین مشہور ہے۔

کالپی سے واپسی کے بعد سلطان اسی شہر مین مقیم تھا کہ ایک دن شکار مین اُسکے تاج سے لعل بدخشانی گر گیا اور تیسرے دن ایک پیادے کو ملا جس نے وہ گم شدہ دولت سلطان کی خدمت مین حاضر کی۔ بادشاہ نے خوش ہوکر پیادہ کو پانچسو تنکہ انعام دیا اور اپنے اراکین سلطنت سے مخاطب ہوکر کہا کہ بادشاہ فیروز تغلق کو بھی یہی قصہ پیش آیا تھا۔ اُسکی موت سے چند روز پہلے شکار مین اُس کا بھی ایک لعل گم ہوگیا تھا اور جب وہ دستیاب ہوا تو بادشاہ فیروز نے بھی پانچسو تنکہ انعام مین دیے تھے اور ارشاد فرمایا تھا کہ اس لعل کا گم ہوکر واپس ملنا مجھکو تنبیہ ہے کہ سفر آخرت کیلیے تیار رہنا چاہیے جبکہ سب لعل و جواہر چھن جائینگے اور تمام لوازم شاہی چھوڑکر یکہ و تنہا اُس ملک کی طرف کوچ کرنا ہوگا جسکا حال کچھ معلوم نہین ہے۔ اس قصّہ کو بیان کرکے سلطان افسردہ ہوگیا اور کہنے لگا کہ میری موت بھی قریب آگئی ہے اور یہ واقعہ میری بیداری کے لیے غیب کا اشارہ ہے۔ اراکین سلطنت نے عرض کی کہ فیروز تغلق کا لعل نوّے برس کی عمر مین گم ہوا تھا اور حضور ابھی جوان ہین۔ ایسی بدفالی کا گمان کیونکر ہوسکتا ہے سلطان نے جواب دیا کہ انفاس عمر مین کمی بیشی نہین ہوسکتی۔ جب وقت برابر ہوتا ہے تو وہ جوان اور بوڑھے مین امتیاز نہین کرتا۔ خدا کی قدرت!!

اس واقعہ کے چند ہی روز بعد سلطان کو مرض سلسل بول شروع ہوا اور بیماری کو اس قدر شدت ہوئی کہ بادشاہ نشست و برخاست کے ناقابل ہو گیا۔

جب مرض کو اشتداد ہوا اور سلطان کو زندگی سے مایوسی ہوئی تو اُسکو ایک بھولا ہوا خواب[1] یاد آیا جسمین اُسکو خبر دی گئی تھی کہ "تیرے بعد حکومت تیرے فرزندون کو نہین پہونچے گی" اُسنے اپنے بڑے بیٹے غزنی خان کو ولیعہد مقرر کیا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر وزیر سلطنت محمود خان کے ہاتھ مین دیا اور تخت و تاج کی حفاظت کا وزیر کو ذمہ دار بنایا۔ سلطان۔ محمود خان کی حوصلہ مندی سے آگاہ تھا اور اُس کو شک تھا کہ یہ کسی دن تاج کی ہوس کرے گا

---

[1] گلزار ابرار کی روایت ہے کہ جب سلطان ہوشنگ سوداگرون کے بھیس مین جاج نگر گیا تھا تو وہان اُس نے خواب دیکھا کہ ممبر کا ایک پایہ گر گیا ہے" اسکی تعبیر دی گئی کہ ممبر کا گرنا پیر یا مرید کی رحلت کی علامت ہے" جب سلطان مانڈو آیا تو معلوم ہوا کہ اسکے پیر مخدوم قاضی برہان الدین عالم علوی کو کوچ فرما گئے۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ پیر کی لاش قبر سے نکال کر سلطانی مقبرہ مین دفن کی جائے تاکہ اُن کی ہمسائگی کی بدولت ہوشنگ کی خوابگاہ ٹھنڈی رہے۔ خادمان درگاہ نے عذر کیا لیکن پذیرا نہوا۔ اور قبر اُٹھائی گئی تو سوا کفن کے کچھ نہ تھا جسم کا نشان بھی مفقود تھا۔ سلطان یہ کرامت دیکھکر حیران ہوا اور تربت پر پھر تختہ ڈھاک دیا گیا اُس رات کو بادشاہ نے خواب مین دیکھا کہ پیر فرماتے ہین کہ درویش کے اسرار کا پردہ تو نے فاش کر دیا تیری سلطنت کی بنیاد دست تقدیر نے اُکھاڑ پھینکی یعنے تیرے بعد حکومت تیرے فرزندون کو نہین پہونچے گی" گلزار ابرار تذکرہ مخدوم قاضی برہان الدین ۱۲

لہذا دربار برخاست کرنے کے بعد اُس نے محمود کو خلوت مین بُلایا اور غزنی خان
کی وفاداری کی اُس سے قسم لی۔ یہ بھی سمجھایا کہ احمد شاہ گجراتی ایک بڑا زبردست
بادشاہ ہے اور اُسکو مالوہ فتح کرنے کی آرزو ہے۔ اُس سے بہت ہوشیار
رہنا چاہیئے۔ محمود کے دماغ مین واقعی ہوائے بادشاہی بھری ہوئی تھی لیکن
ہوشنگ کے سلوک و مروت کا لحاظ کرکے اُس نے غزنی خان بلکہ کل شاہی
خاندان کی حفاظت و وفاداری کی قسم کھائی اور عرض کی کہ چھوٹا شہزادہ
عثمان خان جو مانڈو مین قید ہے آزاد کردیا جائے اور اُسکو جاگیر عنایت کیجائے
تاکہ غزنی خان کی ولیعہدی مین کوئی رخنہ اندازی نہو۔

سلطان ہوشنگ کے سات بیٹے اور تین بیٹیان تھین عثمان خان
فتح خان اور ہیبت خان ایک مان سے تھے اور ان تینون مین باہم اتفاق
واتحاد تھا بقیہ چار بیٹے احمد خان عمر خان ابو اسحاق اور غزنی خان ایک جدا گانہ
پارٹی بنائے ہوئے تھے غزنی خان سب سے بڑا تھا۔ لہذا احمد خان عمر اور
ابو اسحاق ہر معاملہ مین اُس کا ادب و لحاظ کرتے تھے۔ یہ دونون پارٹیان
ایک دوسرے کی مخالفت مین جوڑ توڑ لگایا کرتی تھین سرداران سلطنت
مین سے کچھ غزنی خان کے شریک تھے اور کچھ عثمان خان کے۔ ملک مغیث اور
اُس کا بیٹا محمود خان دونون پارٹیون سے یکسان تعلق رکھتے تھے اور ان کی باہمی
نزاعات کو دور کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

جب بیٹون کی مخالفت کی شکایت سلطان کے گوش گذار ہوتی تھی تو محمود خان سلطان کو راضی کرنے کی کوشش کرتا تھا اور بادشاہ کی زبان پر متعدد بار یہ فقرہ آیا تھا "کہ محمود خان لیاقت آن دارد کہ ولیعہد من باشد" ملک مغیث عاجزی سے عرض کرتا تھا کہ شہزادون کی عمر دراز ہو ہملوگون کا کام سوائے خدمتگذاری کے کچھ نہین ہے۔ غرض یہ پارٹیان عرصہ سے آپسمین خفیہ لڑائیان کر رہی تھین کالپی سے واپسی کے وقت غزنی خان اور عثمان خان مین کھلم کھلا جنگ ہوگئی۔ عثمان خان نے کچھ کلمات بے ادبی اپنے بڑے بھائی کی شان مین استعمال کیئے اور "رشت و لکد" تک نوبت پہونچی جب عثمان اپنی بیوقوفی پر نادم ہوا تو غضب سلطانی کے خوف سے لشکر سے چلا گیا۔ اور علم بغاوت بلند کرنے کی تدبیرین کرنے لگا۔ بڑی حکمت عملی سے ملک مغیث نے اُسکو واپس بُلایا مگر سلطان کا غصہ تیز ہوچکا تھا۔ اوجین کے مقام پر پہونچکر اُس نے عثمان خان فتح خان اور ہیبت خان کو بہت زجرو توبیخ کی اور اُن کو قید کرکے مانڈو بھیجدیا۔ اُسوقت سے یہ تینون شہزادے حراست مین تھے یہان تک کہ سلطان ہوشنگ آباد مین بیمار ہوا اور زندگی سے مایوس ہوکر اُس نے غزنی خان کو وارث تاج و تخت نامزد کیا۔ محمود خان نے سلطان سے سفارش کی کہ عثمان اور اُسکے بھائی قید سے چھوڑ دیے جائین اور اُن کو جاگیرین عطا کردی جائین تاکہ ولی عہد کی ریاست و امارت مین۔

اِن شہزادون کے رفقا کوئی فساد برپا نہ کرین۔ بادشاہ مانڈو پہونچکر معلوم نہین کہ اُن کو حبس سے رہا کرتا یا نہ کرتا مگر خفیہ نویسون نے غزنی خان کو خبر کردی کہ وزیر نے چھوٹے شہزادون کی سفارش سلطان سے کی ہے اُس نے محمود خان کو اپنے پاس بُلایا اور تجویز پیش کی کہ عثمان خان سے بھی وفاداری کا حلف لیا جائے محمود خان نے منظور کیا اُدھر عثمان خان کے طرفدارون نے محمود خان کو گھیرنا شروع کیا کہ چھوٹا شہزادہ غزنی خان سے زیادہ جوان شایستہ اور قابل ہے۔ مالوہ کی ولیعہدی اسی کو ملنا چاہیئے۔

محمود خان کو اِدہر یہی دُھن سوار تھی وہ جانتا تھا کہ عثمان غزنی خان سے زیادہ قابل ہے اور اُسکے ایام سلطنت مین محمود کو اپنے منصوبے پورے کرنا دشوار ہوجائینگے۔ اُسکو ایک مقدس بزرگ نے سلطنت مالوہ کی بشارت[۱] دی تھی اور وہ یقین رکھتا تھا کہ اِن بھائیون کے باہمی نفاق سے تخت وتاج

---

[۱] کہتے ہین کہ حضرت شیخ الاسلام خلیفہ شاہ راجو قتال جنکا زادبوم اوچھ اور خوابگاہ مانڈو ہے سفر حجاز کو جاتے ہوے مانڈو مین وارد ہوے۔ اُسوقت سلطان ہوشنگ غوری سریر آرائے سلطنت تھا اور اُس کا چچا زاد بھائی ملک مغیث منصب وزارت سے سرفراز تھا۔ وزیر کا نوعمر لڑکا ملک محمود فقیر دوست اور درویش پرست تھا حضرت شیخ کی ملازمت مین حاضر ہوا کھانا سامنے رکھا گیا آپنے متواتر چار لقمے محمود خان کے مُنھ مین دیے اور فرمایا کہ صوبۂ مالوہ کی شہنشاہی تیری ہیان تیرے دیگر تین فرزندون تک رہیگی۔ محمود خان نے شکریہ ادا کرکے عرض کی کہ سفر حج سے معاودت بھی اسی راستہ سے فرمائی جائے۔ آپ نے یہ التماس قبول کی اور جسوقت سلطان محمود کا خورشید فرمانروائی نصف النہار پر تھا مانڈو تشریف لائے جیسا آگے بیان ہوگا۔ گلزار ابرار رحمین سوم۔ تذکرہ شیخ الاسلام ۱۲

آخرکار اُسکو ملیگا - لہذا ایک کمزور شہزادہ کا مسند پر بٹھانا قرین مصلحت ہے
اُس نے جواب دیا کہ سلطان نے غزنی خان کو ولیعہد مقرر کیا ہے اور فرمان
شاہی مین مداخلت کی اسکو مجال نہین -

عثمان خان کا ایک طرفدار ظفر خان نام شاہی کمپ سے بھاگا تاکہ عثمان
خان کو ان واقعات سے مطلع کرے - غزنی خان نے شاہی گارڈ کے
پچاس سوار ظفر خان کے گرفتار کرنیکو بھیجنا چاہا - گارد کا سردار عثمان
خان کی پارٹی مین تھا اُس نے فرمان شاہی کے بغیر گارد کے گھوڑے
دینے سے انکار کیا اور اتنا شور وغل مچایا کہ بیمار بادشاہ نیند سے بیدار
ہوگیا اور یہ سُنکر کہ غزنی خان نے باپ کی زندگی ہی مین شاہی گارد پر
حکم چلانا شروع کردیا ہے، بیٹے سے بیزار ہوگیا اور تیر و کمان منگا کر قسم کھائی
کہ وہ غزنی خان کو قتل کریگا - شہزادہ اس خبر سے بہت خوفزدہ ہوا اور
گنگرون کی طرف بھاگا جو کمپ سے تین منزل تھا - محمود خان نے سمجھا بجھا کر
اُسکو واپس بلایا کیونکہ بادشاہ مرض کی شدت سے قریب بد حواس
تھا - عثمان خان کے طرفدارون کا پلہ زبردست ہوگیا اور اُنھون نے
بادشاہ کو غفلت و کمزوری کی حالت مین مانڈو لیجانیکی تجویز کی تاکہ وہان
ہونچکر عثمان قید سے آزاد کیا جائے - اگرچہ غزنی خان واپس آیا لیکن
یہان ارکین سلطنت کی سازش پختہ ہو چکی تھی - دوسرے صبح کو اُنھون نے

بادشاہ کو جو بالکل بیہوش تھا پالکی پر سوار کیا اور مانڈو کی طرف کوچ شروع کر دیا۔ محمود خان اور غزنی خان نے پالکی کو واپس لانا چاہا تو سرداروں نے جواب دیا کہ بادشاہ نے مانڈو کے کوچ کا حکم دیا تھا اور اس ارشاد کی تعمیل ہم پر فرض ہے۔

قضا و قدر کے رجسٹر میں مالوہ کی سلطنت محمود خان کے نام لکھی ہوئی تھی اس لیے تھوڑا ہی راستہ طے کرنے کے بعد سلطان ہوشنگ غوری کا انتقال ہو گیا۔ محمود خان نے اسی جگہ بارگاہ سلطانی نصب کرائی اور تجہیز و تکفین میں مصروف ہوا۔ غزنی خان کی ولیعہدی کا اعلان ہو ہی چکا تھا وزیر نے سرداران ریاست کو جمع کیا اور کہا کہ جس شخص کو غزنی خان کی حکومت سے ناراضی ہو لشکر سے جدا ہو جائے اور جو سلطان مرحوم کی وصیت کی تعمیل کرنا چاہے شہزادہ کی بیعت کرے۔ یہ کہکر محمود رونے لگا۔ اراکین دربار بھی ہائے ہائے کرنے لگے اور یکے بعد دیگرے سب نے غزنی خان کے قدموں پر بوسہ دیا اور اسکی سلطنت کو تسلیم کر لیا۔

فرشتہ کا بیان ہے کہ اراکین سلطنت ہوشنگ کی لاش مانڈو لے گئے اور وہاں ۹ ذی الحجہ کو خاک کے سپرد کی۔ لیکن زیادہ صحیح روایت ہے کہ اسکی نعش پہلے ہوشنگ آباد میں دفن کی گئی اور بعد کو جب مانڈو میں ایک عالیشان مقبرہ سلطان کے لیے تیار ہو گیا تو اس کی نعش جو ہوشنگ آباد میں

ودیعت تھی مانڈو کو منتقل کی گئی،

۱۸۱۵ء تک ہوشنگ آباد مین لوگ اُس مقام سے واقف تھے جہان سلطان کی لاش اماناً سپرد زمین کی گئی تھی۔ سلطان کا خوبصورت سنگین مقبرہ اسوقت تک مانڈو مین سموم حوادث سے محفوظ ہے اور قابل دید ہے قطعۂ ذیل مخبر سال وفات ہے۔

شہ والاقدر سلطان ہوشنگ سوے دارالبقا چون کرد آہنگ
بہ پرسیدم زہاتف سال تاریخ ندا آمد نماندہ شاہ ہوشنگ

فرشتہ نے سال وفات ۸۳۸ھ لکھا ہے اور تاریخ [۸۳۷ھ] وفات "آہ شاہ ہوشنگ نماند" درج کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اگر دلاور خان کی چہار سالہ سلطنت نہ شمار کی جائے تو ہوشنگ غوری مالوہ کا پہلا خود مختار بادشاہ تھا۔ اُس نے تیس سال سلطنت کی اور اپنی ہمت اور اولوالعزمی سے مانڈو کا نام ہندوستان مین روشن کردیا اُس کا بیشتر وقت میدان جنگ مین صرف ہوا اور متعدد لڑائیون مین اُسکو شکست ہوئی لیکن ہر ایک ہزیمت آئندہ جنگ کے لیے اُسکو مستعد کرتی تھی اور اُسکے پا استقلال کو لغزش نہوتی تھی' اگر وہ اپنی ساری قوت بندیلکھنڈ کی فتح مین صرف کرتا اور گجرات سے روزنئی لڑائی نہ مول لیا کرتا تو مالوہ کا بہترین بادشاہ شمار کیا جاتا۔ اُس نے بدعہدیان کرکے اپنے ملک کو

نقصان پہونچایا اور گجرات کو بھی کچھ عرصہ کے لیے ملکی اور قومی خدمات بجالانے سے باز رکھا۔ اُسکا جاج نگر کا حیرت انگیز سفر صفحۂ تاریخ پر ہمیشہ یادگار رہیگا اور آئندہ نسلین ہوشنگ کو بدعہد کہین لیکن کم ہمت نہین کہہ سکتین۔ رعایا سلطان کی جان نثار تھی اور اُسکے عدل و انصاف کا ترانہ گاتی تھی۔ بلکہ آجتک مانڈو والے سلطان ہوشنگ کی ولایت اور کرامت کے قائل ہین۔ خاکسار جامع الاوراق اولیّت اور افضلیّت کے سونی اس اولوالعزم سلطان کی تربت پر نثار کرتا ہے۔

جہان اے برادر نماند بکس
دل اندر جہان آفرین بند و بس

تیسرا باب

محمد شاہ اور دولت غوری کا خاتمہ

غزنی خان اپنے باپ کی موت سے دو دن بعد مانڈو مین تخت سلطنت پر بیٹھا۔ سلطان محمد غوری اپنا لقب مقرر کیا اور دار الحکومت کا نام شادی آباد مانڈو رکھا۔ خطبہ اور سکہ جاری ہوا۔ اراکین ریاست نے اطاعت کی۔ جاگیرین اور وظایف بحال ہوے۔ ملک مغیث کو "مسند عالی" خطاب دیکر عہدۂ وزارت پر برقرار رکھا اور ملک محمود جس کی حسن کوشش سے غزنی خان کو ریاست نصیب ہوئی تھی "امیر الامرا" کے منصب سے سرفراز ہوا۔ رعایا اُسکی خوش انتظامی سے خوش تھی اور امید کرتی تھی کہ یہ نوجوان اپنے پدر عالی مقدار سے زیادہ اُن کی فلاح کی کوشش کرے گا مگر جلوس کے چند روز بعد ہی سلطان نے اپنے بھائیون سے سخت برہمی کا برتاؤ کیا جن سردارون پر عثمان خان کی پارٹی مین شریک ہونے کا شبہ تھا بغیر کسی عدالتی کارروائی کے قتل کیے گئے۔ نظام خان سلطان کا داماد بدقسمتی سے اُس کا بھتیجا بھی تھا لہذا آنکھین نکلوائی گئین اور نظام کے تینون لڑکے جو سلطان کی بیٹی سے تھے اندھے کر دیے گئے۔ یہ خبرین شہر مین مشہور ہوئین تو عام ناراضی پھیل گئی۔ رعایا بادشاہ سے دل تنگ

ہوئی۔ مختلف مقامات پر بدامنی کے آثار ہویدا ہوئے۔ سندوت کے راجپوتون نے ممالک محروسہ کا ایک حصہ تباہ کرنا شروع کیا سلطان نے ملک مغیث کو دس ہاتھی اور خلعت دیکر راجپوتون سے لڑنے بھیجا اور جب وہ چلا گیا تو کل انتظام سلطنت محمود خان کے ہاتھ مین دیکر خود عیاشی اور شراب خواری مین مصروف ہوگیا۔ خیر خواہون نے موقع پاکر عرض کی کہ محمود خان کی قوت روز بروز بڑھ رہی ہے اندیشہ ہے کہ وہ کسی دن خود سلطنت کا مدعی ہوجائے۔ بادشاہ گھبرایا اور ایک دن محمود سے اپنا خطرہ ظاہر کردیا امیرالامرا ابتک روزانہ دربار مین حاضر ہوتا تھا مگر دشمنون کے خوف سے اپنی حفاظت کا بھی سامان تیار رکھتا تھا۔ جب بادشاہ نے غمازون کا گوش گزار کیا ہوا خطرہ محمود سے بیان کیا تو امیرالامرا نے اپنی بریت ظاہر کی۔ بادشاہ محمود کا ہاتھ پکڑکر اپنی بیوی کے پاس لیگیا جو ملک مغیث کی لڑکی اور امیرالامرا کی بہن تھی اور اُسکے سامنے منت سے کہا کہ امور سلطنت بغیر کسی زحمت و دغدغہ کے محمود کو مبارک ہون لیکن میری جان لینے کی وہ سعی نہ کرے۔ محمود نے جواب دیا کہ اُس نے سلطان ہوشنگ کے حضور مین جو قسم کھائی ہے اُس سے منحرف ہونے کا ارادہ نہین رکھتا۔ اگر بادشاہ کو اُسکی طرف سے خطرہ ہے تو یہ وقت تنہائی کا ہے وہ ابھی اسکا کام تمام کردے۔ سلطان عذر خواہ ہوا اور چاپلوسی کی باتین کرنے لگا مگر اُس کے

دل مین وہم پیدا ہو چکا تھا اس لیے روزانہ کوئی نہ کوئی جملہ اُسکی زبان سے ایسا نکلتا تھا جس سے محمود خان سمجھتا تھا کہ بادشاہ کا دل اسکی طرف سے صاف نہین ہے۔ کہتے ہین کہ بادشاہ نے بعض ہمرازون سے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ محمود خان کا خاتمہ اس سے بیشتر کر دینا مناسب ہے کہ وہ کوئی حرکت قبیح عمل مین لا سکے اور یہ خبر محمود کو پہونچی تو اُس نے کہا کہ الحمد للہ نقضِ عہد میری طرف سے نہوا۔ اور اپنی جان کی حفاظت کیلیے وہ ہلاکت سلطان کی فکر کرنے لگا۔ اگلے وقتون کی رسم ہے کہ بادشاہ کو زہر دینے کے لیے ساقی اور زنان پُر سے سازش کی جاتی ہے۔ محمود نے سلطان کے ساقی کو رشوت دیکر راضی کیا اور اُس نے شراب کے پیالہ مین زہر ملا کر بادشاہ کو دیا۔ بادشاہ بے تامل نوش کر گیا اور محمد شاہ کی چندروزہ سلطنت ختم ہو گئی۔

جب امرا کو بادشاہ کی موت کی خبر ہوئی تو اُنھون نے شہزادہ مسعود بن محمد شاہ کو جو اُسوقت صرف تیرہ برس کا تھا تخت سلطنت پر متمکن کرنا چاہا۔ محمود نے حکمت عملی سے ارا کین سلطنت کو اپنے محل مین بُلایا اور موقع پا کر سب کو گرفتار کر لیا۔ شہزادہ مسعود کی پارٹی کمزور ہو گئی۔ جو قید سے بچے انمین سے بیشتر بھاگ گئے مگر بعض جانبازون نے کوشش کی کہ سلطان ہوشنگ کے مقبرہ سے چتر شاہی لا کر مسعود کے سر پر رکھا جائے اور اسکی سلطنت کا

فوراً اعلان کر دیا جائے۔ خوش قسمتی سے محمود کو خبر مل گئی۔ وہ اسیوقت گھوڑے پر چڑھ کر محلسرائے سلطانی مین گیا اور دونون شہزادون مسعود اور عمر خان کے گرفتار کرنے کی سعی کی صحن مین تلوارین کھنچ گئین اور شام تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر شہزادون کے جان نثار شکست کھا کر بھاگے اور محمود کا محل سلطانی پر قبضہ ہو گیا۔ دوسرے دن اُس نے اپنے باپ ملک مغیث کے پاس قاصد بھیجے اور سلطنت مالوہ کا تخت و تاج اُسکو پیش کیا۔ باپ نے بادشاہی سے انکار کر دیا اور کہا کہ حکومت و جہانداری کے لیے جو صفات درکار ہین وہ سب ملک محمود مین موجود ہین لہذا بساط سلطنت پر اُسی کو قدم رکھنا چاہیے۔ محمود تو عنفوان شباب سے اسدن کا امیدوار تھا فوراً سلطنت پر قابض ہو گیا۔

محمد شاہ ۱۱ر ذی الحجہ ۸۳۸ھ کو تخت پر بیٹھا اور شوال ۸۳۹ھ مین قتل ہوا۔ اس حساب سے اُس کی مدت سلطنت تقریباً سات ماہ ہوتی ہے۔

دریغا کہ بر خوان ایوان عمر ۔۔۔ دمے چند خوردیم و گفتند بس

اس عرصہ مین گجرات کی ہمسایہ سلطنت کیا کر رہی تھی۔ یہ احوال تسلسل داستان کے لیے اسی جگہ سن لینا چاہیے۔

ہم نے احمد شاہ گجراتی کو اسوقت چھوڑا تھا جبکہ وہ ۸۲۵ھ مین سلطان ہوشنگ کو شکست دیکر گجرات کی طرف واپس ہوا۔ اس لڑائی

مین احمد شاہ کو باوجود کامیابی کے اتنا نقصان پہونچا تھا کہ وہ کئی سال تک کوئی جنگی کارروائی نہ کرسکا۔ جب فوجی اضمحلال دور ہوا تو ۸۲۹ھ مین اُس نے ایدر پر حملہ کیا۔ راجہ نے مدافعت کی لیکن شکست پاکر پہاڑیون کی طرف فرار ہوگیا۔ دوسرے سال پھر ہمت کرکے مقابل ہوا۔ بہادری سے لڑا اور میدان جنگ مین قتل ہوا۔ اُسکے لڑکے نے عاجزی سے صلح کی التجا کی اور تین لاکھ تنکہ سالانہ بطور خراج کے دینا قبول کرلیا۔ دو سال کے بعد یہ لڑکا بھی باغی ہوا۔ اور احمد شاہ نے مکرّر فوج کشی کرکے اس علاقہ کا بہترین قلعہ فتح کرلیا اور راجہ کی ہمّت پست کردی۔

گرد و نواح کے راجپوت احمد شاہ کی بلند ہمتی سے خائف ہوے اور ۸۳۳ھ مین جھالودکے راجہ نے حاکم خاندیس سے سازش کرکے دکن کے بادشاہ احمد شاہ بہمنی کو اپنی مدد کے لیے بُلایا۔ اور سلطان پور اور نندربار کے اضلاع کو لوٹنا شروع کیا۔ احمد شاہ نے مقابلہ کے لیے فوج بھیجی سلطان پور کے مقام پر لڑائی ہوئی جسمین دکنیون کے امدادی رسالہ کو شکست فاش ملی۔ یہ تباہی سُنکر شاہ بہمنی نے دوسرا لشکر راجہ کی امداد کو روانہ کیا مگر احمد شاہ کے اقبال نے اس فوج کو بھی شکست دی۔ دکنی فوج دولت آباد کو فرار ہوئی۔ جھالود کا باغی راجہ اور نصیر خان حاکم خاندیس پہاڑیون مین پناہ گزین ہوے۔ لیکن بہمنی نے ماہم کے جزیرہ پر جو بمبئی کے قریب واقع ہے قبضہ کرلیا۔ احمد شاہ نے

اس جزیرہ کی تسخیر کے لیے جہاز جمع کیے اور ستر جہازات کا بیڑہ بنا کر سلطنت بہمنی سے عالم آب پر مقابل ہوا۔ یہ گجرات کی پہلی بحری لڑائی تھی۔ جنگ مین نقصان ہوا لیکن جزیرہ مسخر ہوگیا اور دکنی فوج کا سردار پسپا ہوا۔

شاہ بہمنی اپنی فوج کی تباہی کا عوض لینے کو بگلانہ پر حملہ آور ہوا جو سورت کے قریب ایک دولت مند شہر تھا اور ہر طرف لوٹ مار کرنے لگا احمد شاہ مقابلہ کے لیے بڑھا سخت لڑائی ہوئی۔ دن بھر فریقین قتل و خونریزی مین سرگرم رہے۔ جنگ ناتمام تھی کہ رات ہوگئی۔ تاریکی سے فائدہ اُٹھاکر شاہ بہمنی اپنی بقیۃ السیف فوج لیکر فرار ہوگیا۔ اور گجرات کا ملک دکن کے حملون سے محفوظ ہوا۔

۸۳۶ھ مین احمد شاہ نے راجہ ڈونگرپور سے گوشمالی دیکر خراج وصول کیا اور رانا چتور کے علاقہ مین داخل ہوکر کوٹہ اور بوندی وغیرہ سے تاوان لیا۔ لیکن کوئی مستقل فتح حاصل کیے بغیر احمد آباد کو واپس گیا۔

جب محمود خان نے حکومت مالوہ پر تصرف کیا اور شہزادہ مسعود کو سلطنت سے محروم رکھا تو شہزادہ نے بادشاہ گجرات سے مدد مانگی اور ۸۴۰ھ مین احمد شاہ نے اس لڑکے کی امداد کے لیے مالوہ پر حملہ کرنا اور اُسکو مانڈو کے تخت پر بٹھانا لازم سمجھکر بندرہ برس کے بعد پھر اپنی ہمسایہ اسلامی سلطنت پر چڑھائی کردی جسکی تفصیل آئندہ بیان ہوگی۔

چوتھا باب

سلطان محمود خلجی

دوشنبہ کے دِن ۲۹ رشوال ۸۳۹ھ کو ساعت سعید مین محمود خان
مالوہ کے تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا سلطان محمود خلجی لقب اختیار کیا۔
اپنے آقا و ولی نعمت بادشاہ ہوشنگ کا تاج سر پر رکھا سکّہ اور خطبہ جاری ہوا۔
خلعت و جاگیر کی تقسیم ہوئی۔ اراکین دربار خطابات سے سرفراز ہوے۔ ملک
مغیث کو "امیر الامرا زبدۃ الملک خلاصۃ المالوہ عظیم ہمایون" خطاب ملا چتر و ترکش
سفید جو لوازم سلطانی مین شمار ہوتے تھے اُسکو مرحمت ہوے۔ اُسکے نقیبون
اور یساولون کو سونے چاندی کی چوبین ہاتھ مین رکھنے اور جب وہ مجلس مین
قدم رکھے تو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" بہ آواز بلند کہنے کی اجازت ملی۔ علاوہ ان
اعزازون کے قلمدان وزارت بھی سپرد کیا گیا۔ غرض سعید فرزند نے شفیق
باپ کی عزت و حرمت مین کوئی پہلو تہی نہین کی اور وہ قدیم مقولہ ثابت کردیا
کہ "نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین"

محمود نے ہوش سنبھالا تو سلطان ہوشنگ کے عدل و آئین جہانداری کی
شہرت تھی۔ اور عمر کا بیشتر حصہ اُسی اولوالعزم بادشاہ کی رفاقت اور خدمتگذاری
مین صرف ہوا۔ وہ کم عمر تھا کہ بزرگان دین نے سلطنت و ریاست کی بشارتین

دینا شروع کین اور اُسکی عقلمندی اور مصلحت اندیشی اس مرتبہ کی تھی کہ سُلطان ہوشنگ کا سا جہاندیدہ بادشاہ باوجود سات بیٹون کا باپ ہونیکے اس لڑکے کو خلعت ولیعہدی کے قابل سمجھتا تھا۔ اگرچہ محبت پدری گوارا نہین کرسکتی تھی کہ بیٹون کے ہوتے سلطنت غیر کے ہاتھ مین جائے۔ سترہ برس کی عمر مین ذرہ نواز بادشاہ نے خطاب خانی سے سرفراز کیا اور سفر و حضر مین ساتھ رکھتا تھا۔ وہ ہوشنگ کا مشیر مملکت تھا اور سپہ سالار بھی۔ عزیز تھا اور جان نثار بھی۔ میدان جنگ مین جانبازی کے جوہر دکھاتا اور نظم و نسق سلطنت مین اپنی قیمتی صلاحون سے سلطان کی ہردلعزیزی روز بروز بڑھاتا تھا۔ وہ عنفوان شباب سے فقیرون کا نیازمند اور علما و فضلا کا خادم تھا۔ اب خود مختار ہوا تو سلطان ہوشنگ کی جمع کی ہوئی دولت جو اُسنے کرلا اور حوض بھیم وغیرہ کے فتوحات مین اکٹھا کی تھی فقرا اور علما کی خاطر و مدارات مین بے دریغ صرف ہونے لگی۔ بادشاہ نے علوم و فنون کی قدردانی کی تو تمام اراکین سلطنت علم دوست ہوگئے۔ صوبہ مالوہ کے ہر ایک حصہ مین مدرسے اور کالج قائم ہوے۔ اور مانڈو کے حکما اور فضلا شیراز اور سمرقند پر آوازے کسنے لگے۔ اُس نے مانڈو مین ایک بہت بڑا شفاخانہ قایم کیا اور اُس عہد کے نامور حکیم مولانا فضل اللہ کو افسر اعلیٰ بنایا۔ اس دارالشفا مین ہر قسم کے مریضون کے لیے جُداگانہ مکانات تھے اور عمارت کا ایک حصہ

دیوانون کے لیے پاگل خانہ کا بھی کام دیتا تھا۔ تعمیرات کی طرف خاص توجہ تھی۔ سلطان ہوشنگ کا مقبرہ اسوقت تک اُسکی فیاضی او محسن پرستی کی یادگار ہے۔ چتور پر فتحیابی کی یادگار مین اُس نے ایک عظیم الشان مینار سات منزل کا تعمیر کرایا تھا جسکا ایک حصہ اسوقت تک اپنے بانی کی شوکت پر فاتحہ خوانی کر رہا ہے۔ محلات اور مقابر کے گنبد جو اُسکے عہد مین تعمیر ہوے آجتک اُس بلند اقبال کی زر پاشی پر گریہ کرتے ہین۔ مانڈو کی جامع مسجد جسمین ۲۳۰ مینار و ۳۶۰ محرابین ہین اسوقت تک اپنے اقبالمند بانی کا مرثیہ پڑھتی ہین۔ نعلچہ مین حضرت نجم الدین قلندر کے مزار کے قریب "چندلا ڈبی" کے تالاب کے کنارے اُس نے جو خوبصورت محلات تعمیر کرائے اُن کے کھنڈر ابھی تک اُسکی دریا دلی پر آنسو بہا رہے ہین۔

تمام مورخین متفق ہین کہ یہ سلطان نہایت خلیق منصف اور شجاع تھا اُسکے عہد و دولت مین ہندو مسلمان خوش تھے اور اِن دونون کے درمیان دوستانہ اتحاد اور برادرانہ رسم تھی باوجودیکہ میدان جنگ اُس کا گھر تھا اور مشکل سے کوئی سال گذرتا تھا کہ وہ کسی نہ کسی لڑائی مین شریک نہ ہوتا ہو تاہم فرصت کے وقت وہ بادشاہان عالم کی تواریخ اور بزرگون کی سوانحعمریان سنا کرتا تھا۔ اُسکو علم قیافہ شناسی مین کافی دخل تھا اور ہر ایک انسان کی خصلت اُسکے چہرے سے دریافت کرلیتا تھا۔

اگر کوئی سوداگر مانڈو کے گرد و نواح مین لوٹا جاتا تو شاہی خزانہ سے اسکے نقصان کی تلافی کرتا تھا اور پھر پولیس کے افسرون پر جرمانہ کرکے وہ رقم محاسب شاہی کو واپس کی جاتی تھی۔ کہتے ہین کہ ایک مسافر کو اتفاقاً شیر نے زخمی کیا تو بادشاہ نے صوبجات کے گورنرون کو حکم دیا کہ سب جنگلی درندے ہلاک کردیے جائین اور اعلان کیا کہ دو برس کے بعد اگر کسی وحشی جانور سے انسان کو ہلاک کرنیکی اطلاع ملی تو عاملان شاہی سے مواخذہ کیا جائیگا۔ اس حکم کی تعمیل ایسی سختی سے کی گئی کہ سلطان کے مرنیکے کئی برس بعد تک ریاست مالوہ مین جنگلی جانور عنقا کا حکم رکھتے تھے۔ خدا کی شان ہے کہ آج اسکی دارالسلطنت مانڈو اور خاص قلعہ شاہی مین چیتے اور بھالو رہتے ہین۔ یَفعَلُ اللہُ مَا یَشَاءُ وَیَحکُمُ مَا یُرِید۔

جیسی نیت ویسی برکت۔ عادل بادشاہ کی خداترسی میدان جنگ مین اُسکے سر پر نصرت وظفر کے پھول برساتی تھی۔ اور دشمنان ملک جو تدبیر اُسکو نقصان پہونچانیکی سوچتے تھے وہ اُنھین کے حق مین زہر ہو جاتی تھی۔

ابتدائے عہد مین بعض کورنمک سردارون نے بادشاہ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی اور سیڑھیان لگا کر رات کی اندھیری مین شاہی محل کے اندر داخل ہو گئے۔ مگر اقبال نے عین وقت پر بادشاہ کو بیدار کردیا وہ تیر و کمان لیکر سامنے آیا اور حملہ آورون کو زخمی کرنے لگا۔ اس عرصہ مین

گارد کے سردار اور سپاہی بھی شور و ہنگامہ سنکر پہونچ گئے۔ اور دشمنون کو قتل کرنے لگے۔ باغی سراسیمہ ہو کر بھاگے تو اُن مین سے ایک سیڑھی پر سے گر گیا اور اُسکی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اِس گرفتار زحمت نے اپنے ساتھیون کے نام بتا دیے۔ وہ سب پکڑے گئے اور اُن کے لیے عدالت العالیہ سے سزا تجویز ہوئی لیکن بادشاہ کے باپ عظیم ہمایون نے ان مجرمون کی سفارش کی اُن کی جان بخشی ہی نہین ہوئی بلکہ جاگیرین بھی عطا کی گئین تاکہ آئندہ فتنہ فساد کے لیے اُن کے پاس حیلۂ شرعی باقی نہ رہے۔ انہین سے شہزادہ احمد غوری کو (جو سلطان ہوشنگ کا بیٹا تھا) اسلام آباد کی۔ ملک یوسف قوام خان کو بھیلسا کی۔ ملک اتحاد کو ہوشنگ آباد اور ملک نصیر الدین کو چندیری کی حکومت دی گئی۔ لیکن اُن کے دلون سے بغض و کینہ دور نہوا۔ شہزادۂ احمد نے اسلام آباد مین فوج جمع کر کے علم بغاوت بلند کیا۔ عظیم ہمایون نے بہت فہمایش کی مگر کچھ اثر نہوا۔ بادشاہ نے مجبور ہو کر تاج خان فوجی سردار کو اِس شہزادہ کی اصلاح کے لیے مامور کیا۔ تاج خان شہزادہ کو زیر کر سکا اور دار السلطنت سے مزید امداد طلب کی۔ تاخیر سے فائدہ اُٹھا کر ملک اتحاد اور نصیر خان نے بھی بغاوت کر دی۔

عظیم ہمایون ان باغیون کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا گیا۔ اُس نے پہلے تو شہزادہ کو صلح کا پیام دیا مگر جب یہ کوشش کارگر نہوئی تو قدیم

شاہی نسخہ استعمال کیا یعنی ساقی کو رشوت دیکر شہزادہ کے پیالہ شراب مین زہر ملوا دیا۔ شہزادہ سے فراغت ہوئی اور قلعہ بغیر جنگ کے فتح ہوگیا تو عظیم ہوشنگ آباد کی طرف بڑھا۔ وہان پہونچکر معلوم ہوا کہ ملک اتحاد سلطانی لشکر کے خوف سے گونڈوانہ کے پہاڑون کی طرف بھاگ گیا تھا وہان کے وحشی باشندون نے اُسکو قتل کر دیا۔ ہوشنگ آباد پر بغیر کسی مزاحمت کے قبضہ کرکے عظیم چندیری گیا۔ نصرت خان عفو کا خواستگار ہوا تو عظیم نے اُسکی جان بخشی کی مگر حکومت سے معزول کرکے اُس کی جگہ دوسرا صوبہ دار تعینات کیا۔

بھیلسا کا جاگیردار قوام الملک اسلام آباد کے محاصرہ کے زمانہ مین ظاہراً عظیم کا طرفدار تھا لیکن درپردہ شہزادہ کا شریک درد تھا اور قلعہ مین رسد پہونچاتا تھا عظیم بھیلسا گیا تو قوام الملک نے جنگ کی تیاری کی شہر کا محاصرہ ہوا۔ سامان جنگ مین کمی ہوئی تو قوام ڈھیلا پڑا اور دار الملک سے فرار ہوگیا۔ ان سب کارروائیون سے فارغ ہوکر عظیم نے مانڈو کی طرف واپسی کا ارادہ کیا۔ راستہ مین خبر ملی کہ احمد شاہ گجراتی نے شہزادہ مسعود غوری کی امداد کا بیڑہ اُٹھایا ہے اور ایک کثیر فوج لیے ہوے اُس کے حقوق دلانے کے لیے سرعت سے مالوہ کی طرف آرہا ہے عظیم اپنے لشکر کو گجرات کی زد سے بچاتا ہوا اُسی دشوار گذار راستہ سے مانڈو مین داخل ہوا۔

جس سے سترہ برس پہلے سلطان ہوشنگ جاج نگر سے واپسی کے وقت آیا تھا عظیم تخیریت دار السلطنت مین داخل ہوا۔ لیکن احمد شاہ گجراتی بھی بلاتغیر کسی قابل ذکر مزاحمت کے مانڈو تک پہونچ گیا۔ اور اُس نے اس زبردست حصار کا دوبارہ محاصرہ شروع کر دیا سلطان محمود کی ہمت و شجاعت یہ گوارا نہ کرتی تھی کہ وہ عورتون کی طرح چار دیواری مین قید رہے اور باہر نکل کر قسمت آزمائی نہ کرے لیکن قدیم فوجی افسر اُسکی تجاویز سے اختلاف کرتے تھے اور میدان مین خیمہ زن ہونے سے مانع تھے۔

ایک دن سلطان نے گجرات کے لشکر پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا مگر بعض بدخواہون نے احمد شاہ کو اس ارادہ سے آگاہ کر دیا۔ اور یہ ترکیب پورے طور سے کامیاب نہوئی سلطان قلعہ سے باہر نکلا تو اُسنے گجراتی فوج کو آراستہ اور جنگ دیکھانے کے لیے تیار پایا مجبوراً نقصان اُٹھاکر قلعہ مین واپس آیا۔

اُسی زمانہ مین اطلاع ملی کہ مسعود کا چھوٹا بھائی عمر خان رانا کمبھو والی چتور کی پناہ مین ہے اور اُس سے فوج لیکر چندیری پر حملہ آور ہوا ہے۔ احمد شاہ نے اس مدعی سلطنت کو مدد پہونچانا اپنے مقاصد کے لیے مفید سمجھکر اپنے بیٹے محمد خان کو پانچ ہزار سوار اور تیس ہاتھی دیکر شہزادہ کی امداد کو بھیجا۔ سلطان محمود کو اس واقعہ کی خبر ملی تو اُس نے عظیم ہمایون کو قلعہ

کی حفاظت پر چھوڑا اور فوج کا بیشتر حصہ ساتھ لیکر تاراپور کے دروازہ سے باہر نکلا اور سارنگپور کی طرف بڑھا جدھر احمد شاہ کا بیٹا محمد خان اپنی امدادی فوج لیکر گیا تھا۔ محمد خان کو شکست ہوئی تو احمد شاہ محاصرہ اُٹھا کر ۳ ہزار سوار ۳۰۰ ہاتھی کی جمعیت سے براہ اوجین سلطان محمود کو زک دینے چلا۔ مگر اقبال محمودی کا مقابلہ کون کر سکتا تھا۔ گجرات کے لشکر مین وبا پھیلی اور شاید یہ پہلا موقع تھا کہ ہندوستان مین طاعون نمودار ہوا گجرات کے سپاہی اس کثرت سے مرنے لگے کہ سارا دن اُن کی تجہیز و تکفین مین صرف ہوتا تھا۔ احمد شاہ بہت خائف ہوا اور اس بیماری کو سلطان محمود کی بلند اقبالی کا نشان سمجھکر گجرات واپس گیا۔ شہزادہ عمر میدان جنگ مین گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ مگر مسعود ہنوز زندہ تھا۔ احمد شاہ اُس سے وعدہ کرتا گیا کہ آئندہ سال پھر مالوہ پر فوج کشی ہوگی اور اُسوقت اُسکے حقوق ریاست کا انصاف ہوگا۔ گجرات کی مہم سے اطمینان ہوا تو سلطان چندیری کی طرف چلا جہان عمر خان کے ایک عزیز ملک سلیمان نے شہاب الدین کے لقب سے تخت و تاج دعویداری کی تھی۔ سلیمان مقابلہ کی تاب نہ لاکر قلعہ مین پناہ گزین ہوا۔ اور دو تین دن کے بعد بقضاء خداوندی مرگیا سرداران لشکر بدستور جنگ کرتے رہے۔ آٹھ مہینے تک قلعہ کا محاصرہ رہا۔ اور حصار فتح نہ ہوسکا ایک رات بے صبر ہو کر سلطان نے بذات خاص

قلعہ پر حملہ کیا اور نشیبی حصہ فوراً فتح کر لیا تب باغی سرداروں نے پیام بھیجا۔
اس شرط سے جان بخشی منظور ہوئی کہ محصورین اپنا کل سامان مع اہل و عیال
کے بازار میں جمع کریں تاکہ سارے لشکر کو اُن کی مکمل اطاعت ظاہر ہو جائے
اور اسکے بعد جہاں جی چاہے چلے جائیں۔ باغیوں نے یہ شرائط منظور
کیں اور اپنی جان بچائی۔ چندیری کی حکومت کا انتظام کرکے سلطان مانڈو
جانیوالا تھا مگر یہ خبر گذرا کہ ڈونگر سنگھ راجہ گوالیار نے قلعہ نورپور کا محاصرہ
کیا ہے۔ اور جنوب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ باوجودیکہ برسات شروع ہو گئی تھی
سلطان گوالیار کی طرف چلا۔ اور راجہ کا ملک تباہ کرنا شروع کیا قلعہ گوالیار
کے محافظ راجپوت سلطانی لشکر سے مقابلہ کرتے تھے اور شکست پاتے تھے
ڈونگر سنگھ نورپور کا محاصرہ اُٹھا کر اپنے دارالحکومت کی حفاظت کو آیا۔
سلطان کا مقصد پورا ہو گیا اور وہ بغیر گوالیار کو فتح کیے مانڈو واپس آیا۔
سلطان محمود کا جاہ و حشم اب اس مرتبہ پر پہونچ گیا تھا کہ ۸۴۴ھ
میں دہلی کے بعض اراکین سلطنت نے اسکے پاس عرضیاں بھیجیں کہ بادشاہ
دہلی سید محمد امور مملکت انجام دینے کے بالکل ناقابل ہے اور بہتر ہے کہ سلطان
حکومت دہلی بھی اپنے ممالک محروسہ میں شامل کرلے۔ سلطان کو گجرات کی
طرف سے اطمینان تھا اُس نے اپنی فوج کو دہلی کی طرف بڑھایا۔ وہاں کا کمزور
بادشاہ دارالسلطنت چھوڑنے اور پنجاب کی طرف بھاگنے پر مستعد ہوا لیکن

بعض افسرون نے باز رکھا اور ولی عہد سلطنت کو بادشاہ مالوہ سے لڑانے کے
لیے بھیجا۔ جب سلطان کو معلوم ہوا کہ خود بادشاہ لڑنے نہین آیا ہے تو یہ بھی
میدان مین نہین گیا بلکہ اپنے لڑکون غیاث الدین اور فدوی خان کو
دشمن سے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ دوپہر کے وقت لڑائی شروع ہوئی اور شام
تک دونون لشکر لڑتے رہے۔ نہ این را ظفر نہ آن را خطر جب آفتاب غروب
ہوا تو حسب دستور لڑائی ملتوی ہوئی رات کے وقت سلطان محمود نے خواب
دیکھا کہ ایک غیر شخص مانڈو مین تخت سلطنت پر بیٹھا ہے اور بعض افسرون نے
سلطان ہوشنگ کے مقبرہ سے چتر سلطانی لا کر اُسکے سر پر سایہ کیا سلطان
خواب سے بیدار ہوا تو طبیعت متوحش تھی مگر یہان جنگ چھڑ چکی تھی اور
اُسکو یکسو کیے بغیر ہٹنا ممکن نہ تھا خوش قسمتی سے اُسیوقت بادشاہ دہلی
کا قاصد ولی عہد کے پاس شاہی پیام لایا کہ مالوہ کے بادشاہ سے جسطرح
بھی ممکن ہو صلح کر لی جائے۔ اُس نے فوراً اپنے وکیل مالوہ کے کیمپ مین بھیجے
سلطان خواب سے پریشان تھا اور واپسی کے لیے حیلہ ڈھونڈھتا تھا
شرائط صلح طے ہو گئین اور سلطانی فوج مالوہ کی طرف واپس ہوئی کارکنان
قضا و قدر نے دہلی کا تاج اس اقبال مند کی قسمت مین نہ لکھا تھا ورنہ صرف
ایک آنچ کی کسر باقی تھی۔ مالوہ کو فخر کرنے کا موقع ملتا کہ دہلی کا بادشاہ بھی
ایک وقت مین مانڈو کا باجگذار رہا ہے!!

تعجب کی بات ہے کہ جس رات کو سلطان محمود نے وہ متوحش خواب دیکھا تھا اُس روز واقعی مانڈو میں ایک خطرناک بغاوت ہوئی تھی اور عظیم ہمایون نے بڑی حکمت عملی سے اس شورش کو فرو کیا تھا۔ سلطان کو واپسی کے وقت راستہ میں اس فتنہ کی خبر ملی اُس نے اپنی کامیاب واپسی پر خدا کا شکر کیا۔ مانڈو پہونچکر غریبوں اور مساکین کو خیرات تقسیم کی اور نالچہ میں حضرت سید نجم الدین غوث الدھر قلندر کے مزار مبارک کے متصل ایک خوش سواد باغ اور وہ محلات تعمیر کرائے جنکی طرف پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔

فقیر دوست اور قوم پرست سلطان ہمسایہ اسلامی سلطنتون سے جنگ کرنا پسند نہیں کرتا تھا سفر دہلی سے مراجعت کے بعد اُس نے چتور گڈھ پر حملہ کی تیاری کی۔ فوج کی آراستگی سے فراغت ہوئی تھی کہ خفیہ نویسون نے عبدالقادر صوبہ دار کالپی کے لڑکے نصیر خان کی سرکشی کی خبر دی معلوم ہوا کہ اس نااہل نے نصیر شاہ خطاب اختیار کیا ہے۔ شریعت کی صراط مستقیم چھوڑکر الحاد و زندقہ میں گرفتار ہوا ہے۔ سلطان معاً اُسکی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ چند ہی منزل کوچ کیا تھا کہ نصیر خان کو خبر ملی اُس نے بدحواس ہوکر اپنے استاد کو تحائف وہدایا دیکر سلطان کے حضور میں عفو تقصیر کے لیے بھیجا۔ عظیم ہمایون کی سفارش سے وکیل کی باریابی ہوئی۔ نذر قبول کی گئی لیکن کالپی کا رخ سلطان نے نہ چھوڑا۔ یہان تک کہ نصیر کے دار الحکومت کے قریب پہونچ گیا۔

تمام ملک سمجھتا تھا کہ سلطان کالپی کی جاگیر پر قبضہ کرنے کو جا رہا ہے۔ مگر حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب یکایک اُس نے کالپی سے چتور کی طرف مُنھ پھیر دیا دریاے بنارس کو عبور کرکے اپنی ہلکی فوج رانا کے ملک مین قتل وغارت کے لیے چھوڑ دی اور خود فوج کے بیشتر حصہ کے ساتھ آہستہ آہستہ کوچ کرتا ہوا کوسلمیر کے سامنے پہونچا جو اُسوقت ریاست چتور کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ رانا لکھمبو کا نائب بینی راے یہان کا قلعدار تھا۔ اُس نے جی توڑ کر اپنے قلعہ کی حفاظت کی۔ پھاٹک کے سامنے ایک عالیشان مندر تھا اور راجپوتون نے اُسکو میگزین بنا رکھا تھا سلطان نے بہت نقصان اٹھا کر اس مندر پر قبضہ کرلیا اور میگزین مین آگ لگا دی۔ اب قلعہ کی حفاظت ناممکن ہوگئی۔ راجپوت بیشمار قتل ہوے اور کوسلمیر پر سلطانی جھنڈا آویزان ہوا بادشاہان اسلام کبھی اِس قلعہ کو فتح نہ کر پاے تھے کیونکہ وہ مندر کو عبادت گاہ سمجھکر نقصان نہ پہونچاتے تھے اور یہ خبر نہ تھی کہ یہی مندر تسخیر قلعہ کی کلید ہے، اور تمام ذخائر حرب اِسی بُت خانہ مین جمع ہین سلطان محمود کے اقبال سے یہ قلعہ مسخّر ہوا تو شکریہ عنایت آلٰہی ادا کیا گیا۔ اور سلطانی فوج چتور گڈھ کی طرف چلی۔ جب محمودی لشکر چتور کے قریب پہونچا تو پہلے چھوٹا قلعہ جو پہاڑی کے دامن مین واقع تھا فتح کیا گیا۔ اسلامی فوج کی بے خوفی اور جانبازی دیکھکر رانا خائف ہوا اور اپنے محفوظ اور مستحکم قلعہ کی طرف بھاگا

جو بالائے کوہ واقع تھا۔ بادشاہ بذات خاص اُسکے تعاقب مین چلا اور عظیم ہمایون کو کانی جمعیت کے ساتھ مندسور کی طرف سلسلہ فتوحات وسیع کرنے اور مال غنیمت فراہم کرنے کو روانہ کیا۔ شفیق باپ مندسور پہونچکر بیمار ہوا اور چند روز مین مرگیا۔ سلطان کو اس مصیبت کی اطلاع ہوئی تو وہ دیوانون کی طرح چلاّنے لگا۔ خود مندسور گیا اور باپ کی لاش کا فورلگا کر مانڈو بھجوائی۔ جہان ایک عالی شان مقبرہ اُسکی خوابگاہ کے لیے تعمیر کیا گیا اور مندسور کی فوج تاج خان سردار کے سپرد کر کے حسرت و افسوس کیساتھ چتوڑ کی طرف واپس آیا۔

۲۵ ؍ ذی الحجہ ۸۴۶ھ کی رات کو رانا کمبھو نے ۲۵ ہزار سوار اور ۶ ہزار پیادون کی جمعیت سے سلطانی لشکر پر شبخون مارا لیکن سلطان کا مقام محفوظ تھا یہ حملہ ناکام رہا اور راجپوتون کو سخت نقصان اُٹھانا پڑا۔ دوسری شب کو سلطان نے رانا کی فوج پر حملہ کیا ہزارون راجپوت قتل ہوے اور بیشمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ رانا اپنا تمام خیمہ و خرگاہ چھوڑ کر جان بچانے کے لیے پہاڑی قلعہ مین جا چھپا۔ سلطان نے اس امداد غیبی کا شکریہ ادا کیا اور قلعہ کی تسخیر آئندہ سال کے لیے ملتوی کر کے مانڈو واپس آیا جہان اس فتح کی یادگار مین اُس نے جامع مسجد ہوشنگ کے سامنے جسکا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے ایک مدرسہ اور ایک مینار سات منزل بلند

تعمیر کرایا۔

اگلے سال جونپور کے سلطان شرقی محمود بن ابراہیم شاہ کے سفیر مالوہ کے دربار میں حاضر ہوے اور عرض کی کہ نصیر خان صوبہ دار کالپی کے عقائد میں فتور آگیا ہے اور اُس نے ملحد و زندیق بنکر مسلمان عورتون کو ہندوُن سے ناچ گانے کی تعلیم دلانا شروع کی ہے اس لیے ایسے لامذہب صوبہ دار کی سرزنش مناسب ہے۔ چونکہ کالپی کا صوبہ سلطان ہوشنگ کے وقت سے مالوہ کا باجگذار ہے اس لیے شاہ شرقی نصیر کی بد وضعی کی اطلاع اُسکے آقا کو کرنا مناسب سمجھتا ہے اور یہ بھی گذارش ہے کہ سلطان مالوہ کو اگر دیگر مہمات سلطنت سے کالپی کی سرکوبی کی فرصت نہو تو شرقی کو اجازت دی جاے کہ وہ اس بد مذہب کی کافی مرمت کر دے۔

سلطان نے جواب دیا کہ اُسکی فوج مندسور میں راجپوتون سے برسرپیکار رہے وہ قضیہ کالپی سے زیادہ قابل لحاظ ہے لہذا محمود شاہ شرقی اگر کالپی کے گورنر کو سزا دے تو سلطان مالوہ کو شکایت نہوگی۔ جونپور کے سفیر خلعت و انعام پاکر رخصت ہوے اور شرقی شاہ اس لطف و کرم سے ایسا خوش ہوا کہ اُس نے ۲۰ ہاتھی بطور تحفہ کے سلطان کو روانہ کیے محمود شاہ شرقی کالپی پہونچا اور نصیر خان کو وہان سے نکال دیا نصیر نے معذرت کی درخواست سلطان کے حضور مین بھیجی اور کالپی سے بھاگ کر

چندیری پہونچا. سلطان نے اُسکی توبہ قبول کرلی اور شاہ جونپور کو لکھا کہ نصیر کی جاگیر واپس کی جاے. شرقی سے نگلا ہوا لقمہ تر واپس نہ کیا گیا سلطان ناراض ہو کر چندیری کی طرف گیا. نصیر خان کو اپنے جلو مین لیکر کالپی پہونچا. شرقیون سے لڑائی ہوئی. دن بھر گھمسان کی جنگ رہی مگر کوئی فریق کامیاب نہوا. برسات کا موسم قریب تھا اِس لیے سلطان نے وہان خیمہ زن ہونا نامناسب سمجھکر فتح آباد کے مقام پر قیام کیا. مالوہ اور جونپور کی لڑائی عرصہ تک جاری رہی. دونون طرف سے بہت مسلمان قتل ہوے. بالآخر مالوہ کے شیخ چاند نے جو اُس زمانہ مین سب سے زیادہ ذی عزت عالم تھے اور چودھوین رات کے مہتاب کی طرح چمکتے تھے اِن دونون اسلامی سلطنتون کے درمیان صلح کرادی کالپی کا ضلع اور قلعہ نصیر خان کو واپس ملگیا. اور سلطان بعزت و عافیت مانڈو واپس آیا شرقیون کی مہم سے نجات ہوئی تو سلطان پھر اپنے دل پسند شغلہ مین مصروف ہوا یعنی ۲۰ رجب ۸۵۰ھ کو منڈل گڈھ کے قلعہ پر حملہ کا ارادہ کیا. دریاے بنارس کو عبور کرکے منڈل پہونچا رانا کھمبو مقابلہ کے لیے آیا لیکن حسب دستور شکست پائی تاوان جنگ مین جواہرات اور نقد دیکر عاجزی سے صلح کی درخواست کی. سلطان یہان سے فارغ ہوا تو بیانہ پر حملہ کیا. وہان کے گورنر نے اطاعت قبول کرلی. اور مالوہ کے سیلاب سے مقابل ہونا مناسب

نہ سمجھا۔

بیانہ سے بڑھ کر سلطان نے رنت بھنور کے پاس انند پور کا قلعہ فتح کیا۔

اپنے سردار تاج خان کو ۸۰۰۰ سوار اور ۲۰ ہاتھی دیکر چتوڑ پر حملہ کرنے کو بھیجا۔ اور خود کوٹہ بوندی کے علاقہ مین جا کر وہان کے راجہ سے بھاری تاوان لیا۔

اس سلسلۂ فتوحات سے تین سال پہلے ۱۴ ربیع الاول ۸۴۶ھ کو گجرات کا بہادر بادشاہ احمد شاہ فوت ہو چکا تھا اور اس کا بیٹا محمد شاہ کے لقب سے سریر آرائے سلطنت ہوا تھا۔ اُس نے زمام حکومت ہاتھ مین لیتے ہی راجہ ایدر کی لڑکی سے شادی کی۔ راجہ ڈونگر پور کو مغلوب کیا۔ جاپانیر کے قلعہ پر حملہ آور ہوا۔ وہان کے موروثی راجہ نے گجراتی لشکر سے مقابلہ کی تاب نہ لا کر سلطان مالوہ سے مدد مانگی اور ایک لاکھ تنکہ فی کوچ دینے کا اقرار کیا۔ سلطان اپنے اصول کے خلاف راجہ کی مدد کو گیا مگر گجراتی اُسکی آمد سنکر بغیر لڑے بھڑے اپنے خیمہ و خرگاہ کو آگ لگا کر احمد آباد واپس گئے اور سلطان نے راجہ جاپانیر سے سولہ لاکھ تنکہ اور بہت سے گھوڑے بطور پیشکش کے لیکر مانڈو کی طرف مراجعت کی۔

اقبال مند سلطان نے اپنے اولوالعزم پیشرو ہوشنگ کی متواتر شکستین

گجراتیون کے لشکر سے اپنی آنکھون سے دیکھی تھین اس لیئے ۸۵۵ھ مین اُس نے اِن تمام ذلتون کا عوض لینے کے لیئے سلطنت گجرات کے ختم کرنیکا ارادہ کیا اور ایک لاکھ سے زائد فوج لیکر گجرات پر حملہ آور ہوا۔ خاندیس پہونچکر سلطان پور کا محاصرہ کیا۔ وہان کا حاکم علاءالدین سہراب منافقانہ طور پر مطیع ہوا۔ اور سلطان کا شریک ہوکر اپنے اہل وعیال ضمانت کے لیے مانڈو بھیجدیے سلطان کو سہراب پر اعتماد ہوگیا۔ سبارزخان خطاب دیکر مالوہ کی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا اور گجرات کے دارالسلطنت کی پیشقدمی کی۔

یہ سیلاب بڑھتا دیکھ کر گجراتی سردارون نے اپنے کمزور بادشاہ کے خلاف سازش کی اور حیرت کی بات ہے کہ خود اُسکی بیوی نے بتاریخ ۱۵ محرم ۸۵۵ھ اپنے شوہر کو زہر سے ہلاک کیا۔ شاہ مقتول کے بیٹے کو قطب شاہ کے خطاب سے تخت سلطنت پر بٹھایا۔ سلطان کو احمدآباد کے راستہ مین اس واقعہ کی خبر ملی۔ اُس نے قطب شاہ کو تعزیت کا خط لکھا اور تخت نشینی کی مبارکباد دی۔ لیکن ان ظاہری مراسم کی بجاآوری مین اپنے کوچ وسفر سے غافل نہ رہا۔ گجرات کا زرخیز علاقہ تباہ کرتا ہوا بڑودہ اور احمدآباد تک پہونچ گیا۔ ملک سہراب موقع کا منتظر تھا۔ احمدآباد کے قریب پہونچکر وہ سلطانی لشکر سے فرار ہوا اور گجراتیون کا شریک ہوگیا۔ قطب شاہ اپنے باپ سے

سنہ ۱۵ کہا جاتا ہے کہ بیعت کے وقت اُس نے یہ الفاظ استعمال کیے تھے کہ "اپنے صاحب سے روگردانی ہوگی"

بھی زیادہ کم ہمت تھا اُس نے دشمن کو دارالسلطنت کے قریب دیکھ کر قصد کیا کہ سورت کی طرف بھاگ جائے اور مشرقی صوبوں پر مالوہ کا عارضی قبضہ ہو جانے دے لیکن اراکین سلطنت مانع ہوے احمد شاہ اور سلطان ہوشنگ کی لڑائیاں بیان کر کے بادشاہ کو جوانمرد بنانے کی سعی کی۔ مالوہ اور گجرات کے درمیان خط و کتابت ہوئی جس نے باہمی رنجش و رقابت کو تیز کر دیا۔ سلطان نے گجراتی لشکر پر شب خون مارنیکا ارادہ کیا مگر بادشاہ دوعالم نے گجرات کی تباہی محمود کے ہاتھوں مقدر نہ کی تھی۔ وہ رات کی تاریکی میں گجراتی کمپ کا راستہ بھول گیا اور صبح تک بھٹکتا پھرا۔ صبح کی روشنی پھیلی تو کمپ کا نشان ملا اوسوقت گجراتی جنگ کے لیے تیار تھے۔ دونوں بادشاہوں نے بہت بہادری صرف کی لیکن مالوہ والوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ محمود کے ساتھ صرف تیرہ جانباز ہمراہی رہ گئے تھے۔ پھر بھی دلیری سے بادشاہ گجرات کے خیمہ خاص تک پہونچ گیا۔ شاہی تاج۔ کمربند مُرصّع اور بہت سے بیش بہا جواہرات جنپر سلطنت گجرات کو ناز تھا اُٹھا لایا۔ اور بیش قیمتی سامان لیکر بخیریت دشمن کے کمپ سے باہر نکل گیا۔ سلطانی فوج منتشر ہو چکی تھی بڑی مشکل سے پانچ چھ ہزار سوار اُسکے علم کے نیچے جمع ہوئے اُس نے دِن بھر ان سپاہیوں کو کمربستہ رکھا اور گجراتی خوف کھاتے رہے کہ ابھی مالوہ میں لڑنے کا دم باقی ہے۔ لیکن رات کے اندھیرے میں وہ

اس باقی ماندہ لشکر کو لیکر مانڈو کی طرف بھاگا - یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ سلطان محمود کو اپنی تمام مدت حکومت مین سوائے اس زک کے کوئی شکست نصیب نہ ہوئی - اور اس ناکامی کی بھی اشک شوئی گجرات کے تاج اور کمر بند مرصع سے ہو سکتی تھی -

سلطان کی پسپائی سے قطب شاہ کی ہمت بڑھی اور اُس نے سلطانپور کا علاقہ دوبارہ تسخیر کر لیا - محمود کو گجرات پر مکرر حملہ کرنے کی ہمت نہ تھی لیکن گجرات سے تصفیہ کیے بغیر میواڑ سے جنگ شروع نہین کی جا سکتی تھی - اسلیے ۸۵۷ھ مین جدید فوج مرتب کر کے سلطان دھار گیا اور وہان سے تاج خاں کو گجرات کی سرحد پر پیام صلح لیکر روانہ کیا - شرائط صلح جلد طے ہو گئے اور یہ قرار پایا کہ دونون بادشاہ اپنا اپنا مفتوحہ علاقہ تصرف مین رکھین اور زور و شجاعت راجپوتون کے زیر کرنے مین صرف کرین - چیتور کا رانا اُسوقت ہندو رئیسون کا پشت پناہ تھا - لہذا تجویز ہوئی کہ اُس کا ملک مالوہ اور گجرات مین تقسیم کر لیا جائے جنوبی حصہ جو گجرات کے متصل ہے قطب شاہ فتح کرے اور اجمیر وغیرہ شمالی و مشرقی اضلاع سلطان مالوہ اپنے قبضہ مین لائے -

گجرات کے خطرہ سے مامون ہو کر سلطان نے ۸۵۸ھ مین کورالی کے راجپوتون پر چڑھائی کی اُن کو زیر کر کے گوالیار کے راستہ سے بیانہ گیا - ادھر سے واپس آکر ہوشنگ آباد مین فوج جمع کی - اور برار کا قلعہ "ماہور" تسخیر

کرنے کے لیے سلطنت بہمنی سے لڑنے پر تیار ہو گیا۔

بادشاہ دکن اپنے قلعہ کی حفاظت کے لیے میدان مین آیا اور فریقین کندے تول تول کر رہ گئے۔ سلطان بغیر زور آزمائی کے مانڈو واپس آیا اور شاہ دکن بھی چپ چاپ اپنے ملک کو لوٹ گیا۔ دکن اور گجرات کے درمیان "بگلانہ" کا ملک مالوہ کا باجگذار تھا۔ مبارک خان حاکم خاندیس نے بگلانہ پر حملہ کیا۔ سلطان نے مبارک خان کو شکست دی اور خاندیس کے علاقہ مین تاخت و تاراج کرتا ہوا مالوہ کو واپس آیا۔ اس عرصہ مین شہزادہ غیاث الدین رنت بھنور گیا۔ رانا کھمبو عاجزی سے پیش آیا اور بہت روپیہ نذر کرنا چاہا لیکن سکہ پر رانا کا نام کھدا ہوا تھا اس وجہ سے نذر قبول نہوئی۔ اور سلطان نے چتور پر دھاوا کر دیا۔ مالوہ کا جنرل منصور الملک مندسور کو تباہ کرنے پر مامور کیا گیا۔ رانا کھمبو نے پھر پیام صلح بھیجا اور خراج دینے کا اقرار کیا۔ برسات بھی قریب تھی۔ بادشاہ نے بھاری تاوان وصول کیا اور مانڈو واپس گیا۔ لیکن اگلے ہی سال پھر مندسور آیا اور سارا ضلع فتح کر لیا۔

مندسور سے سلطان اجمیر گیا۔ وہان کا راجہ مقابل آیا۔ چار دن لڑائی رہی آخر کار مارا گیا اور راجپوت ایسی بے سروسامانی سے بھاگے کہ مسلمان بھی اُنکے ساتھ ساتھ قلعہ اجمیر مین داخل ہو گئے اور تاراگڈھ کا ناقابل فتح حصار بغیر کسی دشواری کے اقبال محمودی کا غلام ہو گیا۔ فتح کی یادگا

مین سلطان نے اجمیر کے قلعہ مین ایک مسجد بنوائی جو اسوقت تک اُسکی عظمت و جبروت پر آنسو بہا رہی ہے۔ خواجہ غریب نواز کے دربار سے رخصت ہو کر سلطان مانڈل آیا اور دریاے بناس کے کنارہ خیمہ زن ہوا۔ رانا کھمبو ایک زبردست فوج لیکر حملہ آور ہوا۔ دن بھر نہایت خونریز لڑائی رہی مگر جنگ یکسو ہونے سے قبل آفتاب غروب ہو گیا۔ رات کو ارکین سلطنت نے بادشاہ کو سمجھایا کہ فوج کی تعداد مین کمی ہو گئی ہے اور جنگل مین شب خون سے بچنے کا سامان کافی نہین ہے اس لیے فوج کو کسی مقام محفوظ پر ہٹا دینا چاہیے۔ برسات کا موسم قریب تھا اور دریا کی طغیانی کا بھی اندیشہ تھا اس لیے سلطان بغیر جنگ کو ختم کیے ہوے مالوہ واپس گیا۔

کرنل ٹاڈ نے راجستان مین لکھا ہے کہ رانا کھمبو نے نو لاکھ اشرفیان صرف کر کے چتور مین ایک بڑا مینار سلطان خلجی پر فتح پانے کی یادگار مین تعمیر کرایا جو اسوقت تک قایم ہے۔ چونکہ رانا کو سلطان محمود پر کسی جنگ مین کامیابی نہین ہوئی اس لیے گمان غالب ہے کہ سلطان کی واپسی بھی دشمنون نے ہزیمت سے تعبیر کی اور اپنے خیال مین یہی کامیابی بہت بڑی فتح سمجھے کہ بادشاہ مالوہ چتور کو خاک سیاہ کیے بغیر مانڈو کو واپس گیا۔

محرم ۸۶۱ھ مین بادشاہ پھر مانڈل پہونچا اور سخت محاصرہ کے بعد قلعہ کے نیچے کا حصہ فتح کر لیا۔ پانی کی قلت سے مجبور ہو کر قلعہ کے کوہستانی

حصہ کو بھی صلح کرنا پڑی اور رانا نے دس لاکھ تنکہ بطور تاوان جنگ کے دیکر سلطان سے پیچھا چھڑایا۔

ادھر صلحنامہ کے مطابق جو مالوہ اور گجرات کے درمیان ۹۲۰ھ میں ہوا تھا اور جسکی طرف پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے قطب شاہ گجراتی نے بھی میواڑ پر حملہ کر دیا اور آبو کا قلعہ بزور شمشیر فتح کر لیا۔ سروہی کے مقام پر گجراتی فوج کا رانا سے مقابلہ ہوا۔ راجپوتوں کو شکست ہوئی۔ قطب شاہ نے مفرورین کا تعاقب کیا۔ مکرر جنگ ہوئی اور پھر نسیم فتح گجرات ہی کے پرچم پر چلی۔ عاجز آکر رانا نے گجرات سے بھی صلح کی اور چودہ من سونا مع دو ہاتھیوں کے جن پر وہ لدا ہوا تھا بطور تاوان کے دیکر اپنا ملک گجرات کے پنجہ سے بچایا۔

دوسرے سال رانا نے صلح کی خلاف ورزی کی اور ناگور کے علاقہ پر جو گجرات کا ماتحت تھا پچاس ہزار فوج لیکر حملہ کر دیا۔ وہاں کے گورنر نے اپنے بادشاہ سے مدد مانگی قطب شاہ اُسوقت عیاشی میں مصروف تھا۔ لیکن عماد الملک وزیر ناگور کی حفاظت کے لیے آیا اور رانا اُسکے خوف سے چتوڑ واپس گیا۔ بادشاہ نے سروہی پر حملہ کیا جہاں کا راجہ رانا کا عزیز تھا۔ گجرات کی دہشت سے راجہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا اور گجراتیوں نے سروہی کا علاقہ خوب لوٹا۔

اس فتح کے بعد قطب شاہ ۲۳ رجب ۸۶۱ھ کو یکایک مرگیا اور اسکا چچا داؤد تخت حکومت پر بیٹھا لیکن اپنی بداعمالیون کی وجہ سے ساتوین دن معزول کیا گیا۔ اور قطب شاہ کا چھوٹا بھائی محمود جو صرف چودہ برس کا تھا گجرات کا بادشاہ ہوا اور چند روز کے لیے گجرات کے فتوحات کا سیلاب رُک گیا۔

چتوڑ کا رانا کافی طور سے مغلوب ہوچکا تھا اور مالوہ کے احکام سے سرتابی نہ کرتا تھا اس لیے اُدھر کسی جدید حملہ کے لیے بہانہ نہ تھا۔ سلطان دارالحکومت مین بیکار بیٹھنا نہ چاہتا تھا۔ محرم ۸۶۶ھ مین خبر ملی کہ دکن مین ایک نابالغ لڑکا سلطان نظام شاہ بہمنی کے لقب سے تخت نشین ہوا ہے، تو محمود نے موقع مناسب سمجھکر دکن کو اپنے ممالک محروسہ مین شامل کرنے کا ارادہ کیا۔ نربدا کو عبور کرکے بالاپور کے مقام تک پہونچا تھا کہ نابالغ بادشاہ دکن دو کروڑ تنکہ اپنی فوج کو تقسیم کرکے اور ڈیڑھ سو ہاتھی ساتھ لیکر مالوہ سے مقابلہ کے لیے بڑھا۔ بیدر سے تین کوس کے فاصلہ پر گھمسان لڑائی ہوئی مالویون کا جی چھوٹنے لگا۔ سلطان نے حکمت عملی سے اپنی فوج کو واپسی کا حکم دیا تاکہ دکنی اس پسپائی کو ہزیمت سمجھکر لوٹ مار مین مصروف ہوجائین اور اُنکی صفوف بگڑ جائین یہ ترکیب کارگر ہوئی۔ دکنی سپاہی قاعدہ قانون بھلاکر خیمہ و خرگاہ لوٹنے کے لیے ٹوٹ پڑے سلطان اُسوقت دو ہزار منتخب سوار

لیکن اُن کے سر و ن پر آ پہونچا اور دکن کو ایسی سخت شکست ہوئی کہ نابالغ بادشاہ بڑی مشکل سے بیدر کے قلعہ تک پہونچایا جا سکا۔ تمام ذخائر جنگ اور آلات حرب مالوہ کے تصرف مین آئے۔ سلطان نے قلعہ کا محاصرہ شروع کیا۔ گرمی بہت سخت تھی اور آب و ہوا مالویون کے موافق نہ آتی تھی۔ اس لیے محاصرہ اُٹھا کر واپس آیا۔

دوسرے سال پھر دکن پر حملہ کی تیاری کی۔ چنانچہ مین فوج جمع تھی اور کوچ شروع نہ ہوا تھا کہ دکنیون نے پیش قدمی کر کے ''کرلا'' کا قلعہ مسخر کر لیا۔ سلطان عوض لینے کو دولت آباد کی طرف بڑھا راستہ مین ایک قاصد ملا جو امیر المومنین مستعد باللہ یوسف بن محمد عباسی خلیفۂ مصر کی طرف سے سلطان محمود کے لیے خلعت لایا تھا اور ایک خط کا بھی حامل تھا جس مین سلطان کو محافظ المسلمین کا خطاب عطا فرمایا گیا تھا۔ سلطان نے اس کرم کا شکریہ ادا کیا۔ قاصد کو گھوڑے اور قیمتی تحائف دیے۔ اس نعمت ایزدی پر شکریۂ الٰہی بجا لایا کہ اُسکے فتوحات اور شمشیر زنی کی شہرت ہندوستان سے نکل کر مصر تک پہونچی ہے اور خلیفۃ المسلمین اُسکو محافظ المسلمین تصور فرماتے ہین اس عرصہ مین گجرات کے نوعمر بادشاہ محمود اول کا ایک خط سلطان کے پاس آیا جسمین تحریر تھا کہ اسلامی ریاستون پر حملہ کرنا مذہبی اصول کے خلاف ہے۔ اور بادشاہ مالوہ کو ایک نابالغ لڑکے کی حکومت پر دندان آز تیز

کرنا مناسب نہین ہے۔ اسکے ساتھ یہ بھی دھمکی تھی کہ مالوہ کی فوج نے اگر دوبارہ
دکن پر حملہ کیا تو اُسکے معاوضہ مین گجرات کا لشکر مالوہ کا علاقہ تاخت و تاراج
کرے گا۔ سلطان نے اس نہمائش کو قبول کیا اور دکن سے صلح کر لی۔ کرلا
کا قلعہ مالوہ کو واپس دیا گیا بلکہ بعض راویون کے قول کے مطابق ایلچ پور کا
ضلع بھی سلطان کے ممالک محروسہ مین شمار ہونے لگا۔

اب سلطان مالوہ کا آفتاب اقبال نقطۂ نصف النہار پر پہونچ چکا تھا۔
چتور کا زبردست رانا مغلوب تھا۔ گجرات کا بادشاہ رفیق تھا۔ سلطنت بہمنی کا
جوش سرد ہو چکا تھا۔ جونپور اور دہلی کی سلطنتین خائف تھین۔ گونڈواڑہ
اور بندیلکھنڈ کے راجاؤن کی گوشمالی ہو چکی تھی۔ تمام ہندوستان مین کوئی فوجی
قوت مالوہ کے مدمقابل نہ تھی۔ خلیفۂ عباسی نے اُسکو "محافظ المسلمین" تسلیم
کر لیا تھا۔ اور مناسب تھا کہ سلطان پھولا ہی پھلا چھوڑ کے اُٹھ جائے
چمن کو۔ اللہ دکھائے اُسے عالم نہ خزان کا۔

مانڈو کے کالجون اور مدارس کا تمام ہندوستان مین شہرہ تھا۔ بڑے
بڑے زہاد اور علما اس خطہ کو دارالامن سمجھکر یہان وارد ہو گئے تھے۔ شیخ
علاءالدین علما وقت کے سردار تھے مانڈو تشریف لائے تو سلطان
بذات خاص اُن کے استقبال کو گیا اور اُن کے علم و فضل کی بزرگی پیش نظر
رکھ کر اُن کو سواری سے اُترنے نہ دیا بلکہ گھوڑے کی پیٹھ پر دونون بغلگیر ہوئے،

حضرت شیخ الاسلام جنھون نے سلطان کو اسوقت بادشاہی کی بشارت دی تھی۔ جبکہ ایسا خیال بھی جرم تھا سفر حجاز سے واپس ہوکر بانڈو تشریف لائے۔ سلطان استقبال کرکے کمال تعظیم سے لایا۔ اپنی لڑکی اُن کے حبالۂ نکاح مین دی اور اُن کی آسایش کے لیے بہشت نما مکان بنواکر تمام اسباب وسامان دنیوی بطور جہیز کے نذر کیا۔ شیخ بھی استغنا مین کامل تھے تمام تحف وہدایا محتاجون کو تقسیم کردیے اور بقیۃ العمر ظاہری اور باطنی علوم کا درس دیتے رہے۔ ایک روز سلطان نے عرض کی کہ جسطرح زندگی مین روزانہ ملازمت میسر ہوتی ہے اگر رحلت فرمائی کے بعد بھی ایک ہی جگہ قبر بنانے کی اجازت ہو تو دونون جہان کے کام بنجائین آپ نے منظور کیا اور بموجب قرارداد سلطانی مقبرہ مین دفن کیے گئے۔

فرقۂ نوربخشی کے بانی سید محمد نوربخش کے نائب مولانا عماد الدین سلطان کے لیے اپنے پیر کا خرقہ بطور تبرک لائے۔ سلطان نے اس تحفہ کو نعمت کبریٰ سمجھکر علما اور مشایخ کی دعوت کی اور نہایت سرور اور خوشحالی سے خرقہ زیب تن فرمایا۔

حقایق ربانی کے عالم مخدوم قاضی اسحاق سلسلۂ چشتیہ کے نامور بزرگ اور اگلے وقتون کے درویشون کی یادگار تھے سلطان نے اُن سے بیعت کی۔ ایک دن پیر کی زبان سے نکلا کہ خدا کے دوست حیات حقیقی سے

بہرہ یاب ہوتے ہین اور اُن کو موت سے کوئی نقصان نہین پہونچتا۔ مرید یہ
بات سُنکر متعجب ہوا مگر اتفاق سے چند روز بعد مخدوم کا انتقال ہوگیا
سلطان باہر گیا ہوا تھا۔ اس لیے تجہیز و تکفین کے بعد حاضر ہوا۔ نماز جنازہ
مین شرکت نصیب نہ ہوئی۔ فرمایا تربت کھولو تاکہ پیر بزرگوار کا آخری دیدار
ہو جائے۔ حاضرین مانع ہوے لیکن ادب سلطانی سے اصرار نہ کرسکے
قبر کھولی گئی۔ رات کا وقت تھا۔ شمع کا گل ٹوٹ کر جُدا ہوا اور قریب تھا کہ
کفن پر جا پڑے اِتنے مین خود بخود کسی نے گُل کو دور پھینکدیا اور سلطان کو
وہ پُرانی راز کی بات یاد آئی۔ حسرت سے بہت رویا اور حاضرین کو پیر کا
قدیم قول سُنا کر اپنے ساتھ رُلایا۔

شیخ عزیز اللہ چشتی[۱] جو اپنے عصر مین المتوکل علی اللہ کے لقب سے مشہور تھے
مالوہ کی امن و عافیت کا آوازہ سُنکر اس نواح مین وارد ہوے۔ جب نربدا کے

---

[۱] ان کے توکل کی ایک عجیب حکایت مشہور ہے کہ زمانہ قیام مانڈو مین ایک شب آپ کی طبیعت مین
انقباض پیدا ہوا۔ حجرہ سے گھر مین چلے آئے اور اہلخانہ سے پوچھا کہ کیا تمھارے پاس کوئی دنیا کی چیز
موجود ہے جسکی تاریکی میرے قلب پر محسوس ہوتی ہے جواب ملا اور تو کچھ نہین ہے صرف روٹی کا ایک
ٹکڑا اور دودھ مین بھگو کر چھوٹی بچی کے لیے جسکا دودھ ابھی حال مین بڑھایا گیا ہے رکھا ہے فرمایا
باہر لیجاؤ اگر کوئی درویش ملے تو کسی جانور کو دیدینا یہ کہکر حجرہ مین چلے آئے جب لڑکی بھوک
سے بیتاب ہوئی تو آپنے اپنے ہاتھوں کا انگوٹھا اُس کو چوسا دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ گلزار
ابرار۔ تذکرہ شیخ عزیز اللہ۔

کنارے پہونچے تو سلطان محمود کے پاس پیام بھیجا کہ مین اس شرط سے دار السلطنت مین آؤن گا کہ بادشاہ استقبال نہ کرے۔ میرے ملنے کے واسطے نہ آئے اور نہ کچھ ہدیہ بھیجے۔ سلطان نے یہ شرط منظور کی اور آپ کے قدوم سے شہر مانڈو کو رونق حاصل ہوئی۔

الختصر یہ زمانہ سلطنت مانڈو کے لیے عہد زرین تھا علما۔ حکما۔ فقرا۔ صوفیار کرام کا مجمع تھا۔ دولت کی افراط تھی۔ ہر سال مال غنیمت مین کرورون روپیہ آتا اور مستحق لوگون کو علی قدر مراتب تقسیم ہوتا تھا۔ شاعری اور موسیقی کی بھی گرم بازاری تھی یون کہنا چاہیے کہ اسوقت مانڈو گدھ جہانگیر اور شاہ جہان کی دہلی کا نقش اوّل تھا۔

بادشاہ بخارا ابوسعید مرزا[1] کے سفیر دربار مانڈو مین حاضر ہوے اور اپنے سلطان کی طرف سے تحائف وسوغات لائے۔ بادشاہ اس ایلچی کی آمد سے نہایت مسرور ہوا۔ سفیر کے حال پر نوازش خسروانہ مبذول فرمائی اور رخصت کے وقت ہندوستان کے بیش قیمت تحفے سلطان ابوسعید کے لیے روانہ کیئے۔ یہ بات قابل یادرکھنے کے ہے کہ ان تحائف مین علاوہ فیل زرباز عربی گھوڑون قیمتی کپڑون کے چند زنان رقاصہ بھی تھین۔ اور ایک قصیدہ بادشاہ بخارا کی تعریف مین بزبان ہندی تھا افسوس ہے کہ اس قصیدہ کا کوئی شعر مورخین نے

[1] یہ ابوسعید امیر تیمور صاحبقران سے تیسری پشت مین اور سلطان بابر فاتح ہند کا دادا تھا ۱۲

قلمبند نہین کیا ورنہ معلوم ہوسکتا کہ پانچسو برس پیشتر ہندوستان کی زبان مین مسلمان کیونکر شاعری کرتے تھے۔

۸۷۳ھ مین پرچہ گذرا کہ کھواڑہ کے زمینداروں نے شاہراہ اطاعت سے قدم ہٹایا ہے۔ سلطان نے اُن کی تادیب کے لیے ایک لشکر عظیم روانہ کیا اور اُن کے ملک کے وسط مین چھ روز کے اندر ایک عالیشان قلعہ تیار کرکے ہمیشہ کے لیے اُن کی بغاوت کا خاتمہ کردیا۔

سلطان بہلول لودی بادشاہ دہلی نے تحائف بھیجکر سلطان محمود شرقی جونپوری کے خلاف مالوہ سے مدد مانگی اور قلعہ بیانہ بطور پیشکش کے نذر کرنیکا وعدہ کیا۔ سلطان نے امداد کمک کا اقرار کیا اور دہلی کے ایلچی کو عزت وآبرو کے ساتھ واپس کرکے خود مانڈو کی طرف متوجہ ہوا لیکن موسم نہایت گرم تھا طغیان حرارت سے سلطان بیمار پڑا۔ روز بروز مرض کو اشتداد ہوتا گیا ۱۹ ذی قعدہ ۸۷۳ھ کو ولایت کھواڑہ مین خرابۂ دنیا سے دارالملک عقبیٰ کی راہ لی ؂

رستم رہا زمین پہ نہ بہرام رہ گیا
مردوں کا آسمان کے تلے نام رہگیا

سلطان ۳۴ سال کی عمر مین تخت نشین ہوا۔ اور ۳۴ ہی سال سریر سلطنت پر رونق افروز رہا۔ اُسکی لاش کھواڑہ سے مانڈو لائی گئی اور حسب وصیت

شیخ الاسلام کی تربت کے متصل دفن کی گئی۔ سرداران مملکت نے بادشاہ کی قبر شیخ کے تعویذ سے اوپر کی طرف بنانا چاہی۔ شہزادہ غیاث الدین نے کہا کہ سلطان مرحوم نے اسکو خواب مین ہدایت کی ہے کہ اسکی لاش شیخ الاسلام کے پائنتی دفن کی جائے۔ اراکین سلطان یہ انکسار ناپسند کرتے تھے مگر بالآخر ظہور مین وہی آیا جو مناسب تھا یعنی سلطان کو شیخ کے قدموں کے نیچے جنت ملی۔ قطعہ ذیل مخبر سال وفات ہے ؎

شہ والا قدر سلطان محمود — چو شد از امر حق رحلت گزینے
بپرسیدم ز ہاتف سال تاریخ — ندا آمد کہ شد، جنت نشینے
۸۷۳ھ

پانچوان باب

سلطان غیاث الدین خلجی اور محمود شاہ بیگرا گجراتی

اولوالعزم محمود خلجی کی وفات کے بعد اُس کا بڑا بیٹا غیاث الدین باپ کی وصیت کے مطابق ۸۷۳ھ مین شادی آباد مانڈو کے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔ جود وسخا سے رعایا کو راضی اور شاکر بنایا اور چتر شاہی پر جو بیشمار دولت بوقت جلوس نثار کی گئی تھی مستحقین کو تقسیم کردی۔ اپنے چھوٹے بھائی فدوی خان کو رنت بھنور کی جاگیر عنایت کی اور بڑے لڑکے عبد القادر کو سلطان ناصر الدین خطاب دیکر ولی عہد ریاست بنایا۔ چتر اور پالکی عنایت فرمائی۔ جاگیر بخشی اور بارہ ہزار سوارون کا افسر اعلیٰ مقرر کیا اُسکے بعد ایک جشن عظیم برپا کیا اور ارکین سلطنت سے کہا کہ اُس نے پچھلے ۳۴ برس مین اپنے پدر عالیقدر کے ساتھ جنگ کی صعوبتین خوب برداشت کرلی ہین لہذا وہ بقیہ زندگی عیش وعشرت مین صرف کریگا اور سیاست کی تلوار اپنے بڑے بیٹے کے سپرد کرتا ہے۔ ندیمون کی کیا مجال تھی کہ اس تجویز سے صدائے اختلاف بلند کرتے بادشاہ عیاشی مین مصروف ہوا۔ محلسرائے سلطانی مین خوبصورت پری جمال نازنینون کا ہجوم ہوا۔ کاروبار سلطنت کے لیے محل شاہی کی چاردیواری مین سرکاری دفتر قائم کیا گیا۔

جسکا انصرام واہتمام عورتون کے سپرد تھا۔ قلمرو مالوہ مین جسقدر اسباب عیش وطرب موجود تھا وہ تو فوراً ہی حاضر ہوگیا۔ اُن کے علاوہ دیگر ممالک سے بھی صاحب جمال اور رقاص کنیزین طلب کی گئین۔ ماتحت راجاؤن کی لڑکیان حرم سلطانی مین داخل ہوئین اور فرشتہ کی روایت مین اگر مبالغہ نہین ہے تو دس پندرہ ہزار حسین وجمیل عورتین اسکی خدمتگزاری پر متعین تھین۔ مدرس۔ فقیہہ۔ موسیقی دان۔ منجم۔ مفتی۔ موذن۔ ہر علم وفن کی عورتین جمع تھین۔ زرگری۔ آہنگری۔ مخمل بافی۔ کفش دوزی۔ کشتی گیری وغیرہ تمام صنائع وفنون کی مشاق پری تمثالون کا جمگھٹا تھا اور غیاث الدین اس اکھاڑے کے راجہ اندر تھے۔ پانچسو حسین ترکی عورتین مردانہ لباس مین تیر وکمان لگائے اُسکے داہنی طرف کھڑی رہتی تھین اور پانچ سو حبشنین تفنگ وتلوار لیے ہوئے اُسکے بائین طرف استادہ ہوتی تھین اس پریون کے اکھاڑے مین مساوات قائم رکھنے کے لیے ہر ایک کو دو تنکہ یومیہ بطور جیب خرچ کے اور دو سیر اناج ملتا تھا ظریف کہتے ہین کہ کسی روز ایک چوہا شاہی کمرہ مین نظر آگیا تو اُسکے لیے بھی یہی روزینہ مقرر کردیا گیا۔ کبوترون اور طوطون کے لیے بھی اسی شرح سے تنخواہ مقرر تھی ہر شب کو ستر اشرفیان اُسکے سرہانے رکھی جاتی تھین اور صبح کو خیرات کردی جاتی تھین۔ جب سلطان کی نگاہ اپنے عیال واطفال واسباب سلطنت

پر پڑتی تھی تو خدا کا شکر ادا کرتا تھا۔ اور فرمان شاہی تھا کہ جب بادشاہ کی زبان پر کلمۂ شکر آئے پچاس تنکہ مستحقین کو بطور صدقہ کے دیا جائے جس روز سواری محل سے برآمد ہوتی تھی حکم تھا کہ جس شخص سے سلطان کلام کرے وہ بڑا ہو یا چھوٹا اُسکو ہزار تنکہ بطور انعام کے دیا جائے۔

میں مالوہ کی تاریخ لکھتا ہوں یا اودھ کی مرحوم قدسیہ بیگم کی کہانی بیان کر رہا ہوں! سلطان کے حرم میں ہزار کنیزیں حافظ قرآن تھیں اور جب بادشاہ تغیر لباس فرماتا تھا تو وہ سب باتفاق ایک قرآن ختم کرکے اسپر پھونکتی تھیں تب وہ زیب تن کیا جاتا تھا۔

باوجود عیاشی کے سلطان نماز پنج وقتہ کا سخت پابند تھا۔ ایک گھڑی رات رہتے سے بیدار ہوکر درگاہ بے نیاز میں گڑگڑانا شروع کرتا تھا۔ اہل حرم پر تاکید تھی کہ نماز تہجد کے لیے اُسکو ضرور بیدار کریں اور اگر وہ نہ اُٹھے تو اُسکے چہرہ پر پانی چھڑک کر ہوشیار کریں اور ہاتھ پکڑ کر بستر سے کھینچ لیں۔

مسکرات سے سخت نفرت تھی۔ ایک حکیم نے ایک لاکھ تنکہ خرچ کرکے سلطان کے لیے کوئی معجون تیار کی تھی مگر جب معلوم ہوا کہ نسخہ میں یک درم جز نزلہ بھی شامل ہے تو معجون کو آگ میں پھنکوا دیا۔ بعض ندیموں نے عرض کی کہ یہ معجون اُن کو عنایت کردی جاتی تو ارشاد ہوا کہ جس چیز کو میں اپنے

لیے ناجائز سمجھتا ہون وہ دوسرے کو کیونکر دے سکتا ہون۔

مروت و فتوت کا یہ عالم تھا کہ ایک مسکین نے جامع مسجد مین سلطان کو ایک مٹھی گیہون نذر کیے تو اُسکو "انواع عطایا" سے سرفراز کیا۔

ایک شخص بادشاہ کے حضور مین گدھے کا سُم لایا اور کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خر مبارک کا سم ہے۔ بادشاہ نے پچاس ہزار تنکہ دیکر وہ سُم خرید کرلیا۔ یہ قصہ مشہور ہوا تو سائلون کو نسخہ ہاتھ آگیا۔ دو تین شخص سُم لیکر حاضر ہوے اور ہر ایک سے اُسی قدر زرخطیر دیکر وہ سم خریدے گئے اتفاق سے ایک پانچوان دغاباز بھی سُم لیکر آیا۔ جب بادشاہ اُسکی خریداری پر بھی مستعد ہوا تو ایک مقرب نے کہا "شاید حضرت عیسیٰ ؑ کے گدھے کے پانچ سُم ہونگے"۔ سلطان نے مُسکرا کر جواب دیا کہ ممکن ہے کہ پہلے چار شخصون مین کوئی غلط تبرک لایا ہو اور یہی صحیح ہو۔ ایک بار بادشاہ کی زبان پر آیا کہ ہزارہا خوبصورت عورتین اُسکے محل مین ہین لیکن جیسی صورت اُسکی آنکھین ڈھونڈھتی ہین میسّر نہین آئی۔ ایک مقرب نے کہا کہ صورت خوب کے یہ معنی ہین کہ اس کا ہر عضو دیکھنے والے کو دوسرے اعضا کے دیکھنے سے مستغنی کردے۔ مثلاً قامت پر نظر پڑجاے تو ایسی وارفتگی پیدا ہو کہ چہرہ کی طرف آنکھ اُٹھانیکی احتیاج نہ رہے۔ بادشاہ نے خوش ہوکر حکم دیا کہ ایسی عورت تلاش کیجاے۔ مُقرّب کو بہت تلاش کے بعد ایک دہقان کی لڑکی ان خوبیون سے موصوف

ملی اور اُسکو حرم سلطانی مین پیش کیا۔ بادشاہ بہت خورسند ہوا۔ لڑکی کے وارثون نے دعویٰ کیا تو بادشاہ نے علما کو جمع کر کے حدِّ شرع اپنے اوپر جاری کرنے کا حکم دیا۔ دادخواہون نے فریاد واپس لی اور اُس لڑکی کا حرم سلطانی مین رہنا موجب سعادت سمجھے۔ لیکن اُسکے بعد سے سلطان نے عورتون کی جستجو ترک کر دی۔

سلطان محل کی پُر لطف صحبت مین ایسا محو تھا کہ ایک لحظ سے زیادہ تخت سلطنت پر قیام نہ فرماتا تھا۔ اور کبھی کبھی ہفتون محل سے برآمد نہوتا تھا لیکن اُسکی نیک نیتی اور اُسکے بلند ہمت باپ کی پر شکوہ حکومت کا ثمرہ تھا کہ یہ عیاش بادشاہ ۳۲ برس مسند ریاست پر متمکن رہا لیکن نہ تو ملک مین کوئی بغاوت ہوئی نہ مالوہ کے کسی حصہ پر کوئی دشمن متصرف ہو سکا۔ اُس کا تمام عہد حکومت اَمن و عافیت مین بسر ہوا۔ علوم و فنون۔ صنعت و حرفت مین ترقی ہوئی اور دار السلطنت مانڈو نے وہ عروج حاصل کیا کہ تمام ہندوستان کا عطر کھینچ کر اس کوہستانی قلعہ مین جمع ہو گیا۔

شیخ عبد اللہ شطاری جنھون نے سلسلہ عشقیہ بسطامیہ کو ہندوستان مین رواج دیا اسی عہد مین مانڈو کو دار الکمال بنائے ہوئے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطون سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ تک پہونچتا ہے۔

دعوت اسما۔ اذکار ابرار اور ورزش اشغال مین وحید عصر تھے
اُن کے تالیفات سے ایک رسالہ لطائف غیبیہ سلطان غیاث الدین کے
اسم گرامی سے معنون تھا۔ اور اسمین اسرار توحید وحقائق آلٰہی کو شرح وبسط
سے بیان کیا تھا۔ کہتے ہین کہ شاہ کے جسم پر سلطانی لباس اور ہمراہیون کے
بدن پر فوجی وردی ہوتی تھی۔ اور اسی شان سے علم اُٹھاتے ہوئے
نقارہ بجاتے ہوئے سیاحی کرتے تھے جس شہر مین پہونچتے وہان کے مشایخ
کو پیغام بھیجتے کہ کلمۂ توحید کے معنی اگر کوئی شخص جانتا ہو تو اس مسافر کو تعلیم
کرے ورنہ یہ گنج شایگان اس درویش سے حاصل کرے۔
جب مانڈو مین گذر ہوا تو یہان کی خاک پاک نے قدم پکڑے "دگوش
از دوست پیغامے شنید اینجا" اور یہین اقامت اختیار کرلی۔ سنہ ۹۰۹ھ
مین خلوت خانۂ لاتعین کی طرف راہی ہوئے اور سلاطین خلجی کے مقبرہ کے
جنوبی سمت مزار بنا جسپر آجتک بحمداللہ رونق وتازگی ہے حضرت غوث
گوالیاری مولف جواہر خمسہ کا سلسلہ چند واسطون سے آپ تک
پہونچتا ہے
مولانا علم الدین شرف جہان جنھون نے حرمین شریفین مین مشایخ
حدیث سے سند حاصل کی تھی اُسی امن وعافیت کے زمانہ مین دارالسلطنت
کی رونق بڑھائے ہوئے تھے علوم کیمیا سیمیا۔ دعوات اور تصوف مین بھی

دخل تھا فصوص الحکم پر محققانہ تعلیقیں لکھی تھیں اور سید ابراہیم ایرجی[1] کی استادی کا شرف رکھتے تھے۔ شیخ سعد اللہ لاری جنکو فرشتہ نے "شیخ المحدثین والمفسرین" کے لقب سے یاد کیا ہے اسی دور میں مانڈو کو رشک سمرقند و بخارا بنائے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ بیشمار علما فضلا زہاد اور عباد سلطان کی دعا دولت میں مصروف رہتے تھے جنکی تفصیلی حالات کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

۸۶۳ھ میں بہلول لودی بادشاہ دہلی نے قصبہ کھنور پر حملہ کیا جو مالوہ کا سرحدی پرگنہ تھا۔ اس فوج کشی کی خبر مانڈو کے کوچہ و بازار میں مشہور تھی لیکن بادشاہ کو اطلاع دینے کی کسی کو ہمت نہیں پڑتی تھی بعض وزرا نے جرأت کر کے محل سلطانی تک رسائی حاصل کی اور بادشاہ کو اس حملہ کی خبر پہونچائی۔ سلطان نے حاکم چندیری کو بہلول لودی سے مقابلہ پر مامور کیا جسکی نقل و حرکت سنتے ہی بہلول لودی پسپا ہوا۔ حاکم چندیری نے بادشاہ دہلی کا تعاقب کیا اور بہلول کو زر کثیر دیکر مالوہ کی فوج سے گلوخلاصی نصیب ہوئی۔

چپا پانیر کے راجہ نے سلطان گجرات کے خلاف بادشاہ مالوہ سے

---

[1] سید ابراہیم کے خلیفہ رشید سید نظام الدین قادری عرف شیخ بھکاری کاکوروی کا چراغ اودھ میں آج تک روشن ہے اور مارہرہ ضلع ایٹہ کا ایک بہت بڑا خاندان فقرا فیض کے خوان نعمت سے ذلہ ربا ہے ۱۲

مددمانگی اور ایک لاکھ ٹنکہ فی کوچ دینے کا وعدہ کیا۔ سلطان نے سراپردۂ سُرخ نالچہ بھیجا اور خود بھی سفر کے لیے تیار ہوا۔ مگر علماء سلطنت مانع ہوے اور عرض کی کہ کفار کی حمایت جائز نہیں ہے تو پشیمان ہو کر مانڈو واپس آیا اور پھر مدت العمر کسی فوج کشی کا خیال نہیں کیا۔

سنہ ۹۰۴ھ میں جبکہ سلطان بہت بوڑھا ہو چکا تھا اُسکے چھوٹے بیٹے شجاعت خان نے جو علاءالدین کے نام سے مشہور ہے مسندِ ولی عہدی پر قبضہ کرنا چاہا بڑے بھائی سے رقابت ہوئی سازشیں شروع ہوئیں اور دو برس تک آگ بھڑکتی رہی۔ سنہ ۹۰۵ھ میں ولی عہد کو مانڈو سے فرار ہونا پڑا لیکن اُس نے شہر پناہ سے باہر نکل کر فوج جمع کی اور قلعہ کا محاصرہ کیا۔ ۲۴ ربیع الثانی سنہ ۹۰۶ھ کو ناصر الدین مظفر و منصور دوبارہ مانڈو میں داخل ہوا۔ علاءالدین باپ کے محل میں روپوش ہوا مگر ناصر الدین نے گرفتار کر لیا اور اُسکو مع تمام اہل و عیال کے قتل کر ڈالا۔ غیاث الدین عضو معطل تھا وہ ایک محل میں قید کیا گیا اور فرزند ناخلف نے تاج سلطنت اپنے سر پر رکھا۔ چند روز کے بعد سلطان معزول خوابگاہ میں مردہ پایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ بیٹے نے زہر دیدیا ؎

عیش و نشاط کامرانی کب تک	عشرت بھی سہی تو نوجوانی کب تک
گر یہ بھی سہی قرارِ دولت ہے محال	اور یہ بھی سہی تو زندگانی کب تک

دیگر

سلطان غیاث الدین کا عہد سلطنت مالوہ کے لیے امن وعیش کا زمانہ
تھا۔ جفاکش محمود اعظم کے لگائے ہوئے درختوں کے پھل کھائے گئے
اور کوئی نمایاں فوجی کارنامہ اس دور میں ظہور پذیر نہوا۔ دیکھنا چاہیے کہ
۳۳ سال کی طویل مدت میں گجرات کیا کرتا رہا۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قطب شاہ کا چھوٹا بھائی محمود ۸۶۲ھ میں
گجرات کے تخت حکومت پر متمکن ہوا اور اُسوقت اسکی عمر صرف ۱۴ سال کی
تھی۔ اُسکا ابتدائی عہد مقامی سازشوں اور خانہ جنگیوں کے دبانے میں
صرف ہوا اور اُس نے سلطان محمود مالوی کو دکن سے صلح کرنے پر مجبور کیا
جیساکہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

جب اس بلند ہمت سلطان کی عمر ۲۱ سال کی ہوئی تو اُس نے فتوحات
کا وہ سلسلہ شروع کیا جو ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا۔
۸۶۹ھ میں اُس نے پاور کا پہاڑی قلعہ فتح کیا جو ناقابل تسخیر
سمجھا جاتا تھا۔ اور کانکن و گجرات کے درمیانی علاقہ کو زیر کر کے اپنی سلطنت
کو سمندر کے کنارہ تک پہنچا دیا۔

۸۷۲ھ میں اُس نے گرنال کی طرف کوچ کیا جو کبھی بزور شمشیر فتح
نہ ہوا تھا۔ یہ قلعہ ایک پہاڑ پر واقع تھا اور ہندوستان میں سب سے
زیادہ محفوظ حصار سمجھا جاتا تھا۔ دہلی اور گجرات کے بادشاہوں نے

پہلے بھی اسکو فتح کرنے کی کوشش کی تھی اور ناکام رہے تھے۔ بلکہ قدیم مین ہندو راجاؤن نے بھی اُس قلعہ کے سامنے داغ ہزیمت برداشت کیا تھا۔ تقریباً ۱۹سو برس سے یہ قلعہ ایک ہی خاندان کے قبضہ مین تھا۔ سلطان محمد تغلق اور احمد شاہ گجراتی اس علاقہ مین داخل ہوے تھے لیکن قلعہ کو فتح کرنے کی ہمت نہ پڑی تھی۔ تقدیر ازل نے یہ دشوار خدمت محمود کے لیے ودیعت رکھی تھی۔ وہ بغیر کسی اطلاع کے قلعہ کے پاس پہونچ گیا راجپوت جو قلعے کے نچلے حصہ کی حفاظت پر تعینات تھے اچانک قتل ہوگئے اور محمود شاہ بغیر کسی شدید مزاحمت کے گھاٹی مین گھس گیا۔ راجہ گرنال حملہ کی خبر سُنکر پہاڑ سے نیچے اُترا لیکن جنگ مین شکست کھائی۔ اور زخمی ہوا۔ وہ بھاگا تو بادشاہ نے اُس کے مامن کا محاصرہ شروع کیا۔ راجہ نے طویل محاصرہ کی سختیون سے بچنے کے لیے اطاعت قبول کرلی اور ایک بڑی تعداد جواہرات اور نقد کی دیکر عارضی صلح مول لی۔ بادشاہ احمدآباد واپس گیا۔ اگلے ہی سال پھر گرنال کی طرف فوج روانہ کی اور راجہ پر الزام لگایا کہ اُس نے شاہی لقب اختیار کرکے بغاوت کا اعلان کیا ہے۔ راجہ نے پھر تاوان ادا کیا اور فوج زرکثیر لیکر واپس ہوئی۔ بادشاہ وہ تمام فدیہ ایک ہی رات مین ناچنے والی عورتون کو انعام مین دیدیا اور دوسرے سال گرنال پر پھر دھاوا کیا۔ راجہ اطاعت کو تیار تھا اور جسقدر روپیہ مانگے

جمع ہو سکے بطور خراج کے ادا کرنے کو مستعد تھا مگر بادشاہ نے شرط لگائی
کہ راجہ ریاست چھوڑ دے اور اپنا ملک بادشاہ کے حوالہ کرے تب اسکو
دیا جائے گا۔ وہ اس شرط کا کیا جواب دیتا۔ جونا گڈھ کے قلعہ مین پناہ گزین
ہوا اور بادشاہ نے قلعہ کا محاصرہ شروع کیا جب قلعہ کی دیوارین مسمار
ہونے لگین تو راجہ نے گرنال کے قلعہ مین پناہ لی۔ یہان بھی گجرات کے
ٹڈی دل سے امن میسر ہوا۔ قلعہ فتح ہو گیا۔ اور بدقسمت راجہ گرفتار ہو گیا۔
جب وہ قید ہو کر احمد آباد پہونچا تو اوس نے مذہب اسلام قبول کیا۔ خان جہان
خطاب پایا اور اسکی اولاد گجرات کی بادشاہت قائم رہنے تک معزز اور رکن
سلطنت رہی۔ بادشاہ نے گرنال کے مفتوحہ ملک مین ایک شہر مصطفے آباد
نام بسایا۔ بڑے بڑے مقدس عالم یہان آباد کیے۔ عقائد اسلامی کی تشہیر
کرائی اور خود بھی بیشتر وقت اسی ملک مین بسر کرنے لگا۔

کچھ کا صوبہ یہان سے قریب تھا اور وہان کے باشندے افلاس کے
مارے گجرات کے علاقہ مین اکثر لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ بادشاہ نے ۸۷۷ھ مین
اس ملک پر حملہ کیا اسکی ہمت اور جوانمردی کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے
کہ اسکا آخری کوچ ساٹھ کوس کا تھا۔ سارا لشکر پیچھے رہ گیا صرف ۳۰۰ سوار
اسکے ساتھ پہونچ پائے۔ اسی قلیل جماعت سے وہ کچھی فوج کے مقابل ہوا اور
بتائید ایزدی فتح پائی، ایک میدان مین سارا ملک زیر نگین ہو گیا۔ بادشاہ نے

اپنے عامل اور مذہبی عالم اس ملک کی ہدایت کے لیے مقرر کیے اور خود مصطفےٰ آباد واپس گیا۔ پھر وہاں سے سندھ پر چڑھائی کی اور دریا اٹک تک تمام ملک کو تاخت و تاراج کرکے واپس آیا۔

مولانا محمود سمرقندی جو علم و فضل مین یگانہ روزگار تھے۔ اور جنکی عمر کا زیادہ حصہ سلاطین بہمنی کی ملازمت مین صرف ہوا تھا اپنے وطن کو واپس جا رہے تھے۔ جگت بندر کے باشندون نے مقامی برہمنون کے بھڑکانے سے جہاز پر حملہ کیا۔ مولانا کو گرفتار کرکے اُن کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور اُنکی بیوی کو پکڑ لے گئے۔ مولانا اور اُن کے دو بچے قید سے محفوظ رہے۔ اور گرتے پڑتے محمود شاہ کے پاس مصطفےٰ آباد پہونچے۔ بادشاہ کو اُن کے حال پر ترس آیا۔ فوج مین مذہبی جوش پیدا ہوا اور اُسی وقت جگت پر حملہ تجویز ہوگیا تیزی سے کوچ کرتا ہوا بادشاہ دفعتہً قلعہ کے سامنے پہونچ گیا۔ اسلامی فوج یکایک دیوارون کے سامنے دیکھکر راجہ بدحواس ہوا اور "بیٹ" کی طرف بھاگا بادشاہ نے جگت پر قبضہ کرلیا اور بیٹ پر حملہ کرنے کے لیے کشتیون اور جہازون کا بیڑہ تیار کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ہندو نے ۲۲ بار مقابلہ کیا اور ہمیشہ ناکام رہے۔ مسلمان جزیرہ "بیٹ" پر مسلط ہوگئے۔ راجہ نے ایک کشتی پر بھاگنے کی کوشش کی مگر وہ پکڑ لیا گیا۔ اور زنجیرون سے جکڑ کر مصطفےٰ آباد لایا گیا جہان وہ مولانا محمود سمرقندی کے حضور مین پیش کیا گیا۔ مولانا کا مال و اسباب اور ان کی بیوی

واپس بل گئی۔ راجہ تشہیر عام کے بعد قتل کیا گیا۔

۸۸۸ھ مین بادشاہ کا ارادہ چاپانیر کی تسخیر کا تھا یکایک خبر ملی کہ بحری قزاقون نے گجرات کے علاقہ کو نقصان پہونچانا شروع کیا ہے اُس نے ایک جنگی بیڑہ تیار کیا۔ توپچی۔ بندوقچی۔ اور تیر انداز جہازون پر سوار کیے۔ اور ڈاکوؤن کا تعاقب کیا۔ اُن کے جہازات گرفتار کر لیے گئے۔ اور قزاقون کا سر کچل کر بادشاہ نے چاپانیر کی تیاری پھر شروع کی۔

چاپانیر کا قلعہ ایک بلند پہاڑی پر واقع تھا۔ اور اسقدر قدیم زمانہ کا بنا ہوا تھا کہ اُسکی تعمیر کا زمانہ صفحاتِ تاریخ سے معلوم نہین ہو سکتا۔ راجپوتون کا ایک گروہ اُس قلعہ پر قابض تھا۔ راجہ بینی راے یہان کا حاکم تھا اور ساٹھ ہزار جوانمرد راجپوت اُسکے پسینہ پر خون بہانے کو تیار رہتے یہ قلعہ نہ کبھی پہلے فتح ہوا تھا اور نہ یہان کے راجاؤن نے مسلمان بادشاہوں کی اطاعت کی تھی۔ راجہ نے محمود شاہ کی نیت دریافت کر کے خود ہی جنگ مین تقدیم کی۔ رسول آباد کے علاقہ کو لوٹا اور بہت سے مسلمانون کو قتل کر ڈالا۔

جب شاہی فوج بڑودہ پہونچی تو راجہ اپنی حرکت پر نادم ہوا اور عفو تقصیر کے لیے سفیر بھیجے۔ رسول آباد کی تباہی سے بادشاہ کا غصہ بہت تیز ہو چکا تھا۔ وہ صلح پر راضی نہوا۔ ہراول فوج چاپانیر کے دامن تک جا پہونچی۔ دشمن نے متواتر حملے کیے۔ مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ بینی راے نے پھر

سفیر بھیجے اور نہایت منت سے صلح چاہی۔ تاوان جنگ مین اتنا سونا دینے کا وعدہ کیا کہ دو ہاتھی اُس بار کو اٹھا سکین لیکن محمود کے دل پر کچھ اثر نہوا۔ راجہ جان پر کھیل گیا۔ اور محاصرین کو ایسا عاجز کیا کہ اُن کو قلعہ سے ہٹ جانا پڑا۔ کچھ فاصلہ پر پھر لڑائی ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ فریقین نے بہادری دکھائی۔ مگر ھنود کا ستارہ زوال پر تھا۔ راجپوت شکست کھا کر بھاگے۔ بادشاہ نے قلعہ کے دامن تک تعاقب کیا اور پھر محاصرہ شروع کر دیا۔ راجپوتون کے بہترین سپاہی پچھلی لڑائی مین قتل ہو چکے تھے اور راجہ اپنے قلعہ کی حفاظت سے مایوس تھا۔ جب محمود کا غصہ کسی طرح کم نہوا تو راجہ نے اپنے وزیر شیو رائے کو سلطان غیاث الدین خلجی کے پاس فریاد لیکر مانڈو بھیجا۔ سلطان نے امداد کا وعدہ کیا تو محمود آگ ہو گیا۔ محاصرہ بدستور سختی سے قائم رکھا اور خود ایک جرار فوج لیکر مالوہ کی امدادی فوج کو روکنے گیا۔ وہ دھار تک پہونچ گیا تو معلوم ہوا کہ سلطان نے علما اور مشیران مملکت کی صلاح سے ایک اسلامی سلطنت کے مقابلہ مین راجپوتون کی امداد سے انکار کر دیا ہے (جیسا کہ پیشتر ان اوراق مین تحریر کیا جا چکا ہے) تو وہ چاپانیر کو واپس گیا اور عہد کر لیا کہ بغیر قلعہ کو فتح کیے اُسکے سامنے سے نہ ہٹون گا۔ اپنے کمپ مین ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی تاکہ فریقین پر روشن ہو جائے کہ بادشاہ یہان سے بغیر تسخیر قلعہ کے واپس نہوگا آخر کار

سخت جد و جہد سے ۲/ ذی قعدہ ۸۸۹ھ کو قلعہ کا صدر دروازہ ٹک مسلمانون کے قبضہ مین آگیا۔ راجپوتون نے دنیا مین کوئی جگہ امن کی نہ دیکھکر اور یہ یقین کرکے کہ بادشاہِ گجرات کسی طرح صلح پر راضی نہوگا اپنا نام تاریخ کی خونین صفحون پر ہمیشہ کے لیے زندہ کردیا یعنی قلعہ کے اندر چتا بنائی۔ تمام مال واسباب مع بیوی بچون کے اسمین رکھکر آگ لگا دی اور جب متعلقین سے فارغ البالی حاصل ہوئی تو گران قیمت پر جان بیچنے پر تیار ہوے۔ یہ جانباز اور بہادر راجپوت جنہیں آئندہ نسلون کے مورخ ہمیشہ تحسین و آفرین کے پھول نثار کرتے رہین گے تلوارون کے چھاؤن مین اپنے راجہ پر قربان ہوگئے اور گجراتی لشکر کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا ؎

شکست و فتح نصیبون سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دلِ ناتوان نے خوب کیا

راجہ پتی راے اور اسکا وزیر دونون زخمون سے چور گرفتار ہوے۔ بادشاہ نے نماز شکرانہ ادا کی اور زخمیون کی مرہم پٹی کا حکم دیا۔ گرفتار پتی راے بادشاہ کے سامنے بلایا گیا اور اس سے سوال ہوا کہ ایسی زبردست فوج کے مقابلہ مین اتنے عرصہ تک کیون لڑتا رہا۔ بہادر راجپوت نے جواب دیا کہ اس زمین پر مجھکو موروثی حق ہے۔ میرے پیشرو مجھکو یہ سبق پڑھا گئے ہین کہ مین ان کے نام پر دھبہ نہ آنے دون۔ لہٰذا جب تک دم رہا ہمنے آبا و اجداد کی

ڈیون کی حفاظت کی اور خدا کا شکر ہے کہ اُن کی پاک روحین مجھکو آج بزدل اور کم ہمت نہین کہہ سکتین!! محمود اس بہادرانہ جواب سے بہت خوش ہوا راجہ کی مردانگی کی داد دی اور اُسکے علاج کا خاص اہتمام کیا۔ قلعہ کے پاس بادشاہ نے ایک نیا شہر محمود آباد نام آباد کیا اور اُسمین ایک خوبصورت مسجد بنوائی جسکے منبر پر الفاظ "خطبہ و منبر" تحریر تھے۔ اور اُنھین الفاظ سے مسجد کا سال تعمیر بقاعدۂ ابجد دریافت ہوتا تھا۔

جب بینی راے نے غسل صحت کیا تو بادشاہ نے کوشش کی کہ راجہ اور اُسکا وزیر دونون مسلمان ہوجائین تو یہان کا علاقہ اُنھین کے سپرد کردیا جائے مگر دونون نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ تبدیل مذہب سے موت بدرجہا بہتر ہے۔ بادشاہ نے ان دونون کو الگ الگ قید کرایا اور اصلاح خیالات کی سعی کی لیکن جو بہادر اپنے اہل و عیال کو ملک کی حفاظت پر قربان کرچکے تھے ایمان کو آسایش دنیوی کے لیے کیونکر فروخت کرسکتے تھے اُنکا تعصب مذہبی روز بروز بڑھتا گیا یہانتک کہ بعض اراکین سلطنت نے اُن دونون کو قتل کرادیا اور گجرات کی تاریخ پر ایک نہایت بدنما دھبہ لگایا!!

اے زبردست زیردست آزار
گرم تاکے بماند این بازار

محمود شاہ کے نام سے تمام ہندوستان لرزتا تھا۔ چند سوداگر دہلی سے

گجرات کی طرف آ رہے تھے راستہ مین ممالک محروسہ کے باہر ایک ہندو سردار نے اُن کو لوٹ لیا۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو اُس نے دریافت حال کے لیے قاصد بھیجے۔ راجہ نے فوراً سوداگرون کا اسباب واپس کردیا اور بادشاہ کو نذرانہ بھیجا۔

سنہ ۹۰۰ھ مین سلطنت دکن کے ایک سردار نے حکومت بہمنی سے باغی ہوکر بندرگاہ "گووا" پر قبضہ کرلیا تھا اور گجرات کی کچھ کشتیان جو بسلسلۂ تجارت یہان آئی ہوئی تھین گرفتار کرلی تھین اُسکے بعد ماہم پر جو اب بمبئی کے نام سے مشہور ہے حملہ کرکے شہر کو لوٹ لیا تھا۔ محمود شاہ نے بری اور بحری فوج اس باغی کی سرکوبی کو روانہ کی۔ بادشاہ دکن نے بھی امداد کی اور یہ خطرناک باغی قتل ہوا۔

اب ہندوستان کی تاریخ مین پہلی بار ایک نئی قوم کا نام نظر آتا ہے جو "فرنگی" کے لقب سے یاد کی جاتی ہے۔ پورتگال والون نے ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کرلیا اور سنہ ۹۰۳ھ مین ساحل گجرات پر قدم جمانے کی کوشش کی۔ قسطنطنیہ کی اسلامی سلطنت اسوقت معراج کمال پر تھی اور اُسکی بحری قوت سے یورپ کا دل لرزتا تھا۔ فرنگیون نے ہندوستان مین بسنے کا ارادہ کیا تو سلطان روم نے اپنے ایک سردار امیر حسین کو جنگی جہازات کا بیڑہ دیکر بحیرۂ احمر سے ہندوستان کی طرف روانہ کیا تا کہ پورتگیز کا قدم اس ملک مین

نہ جمنے پائے اور سرچشمہ پر میل گاڑ دیا جائے۔

پورتگال کے مؤرخ کہتے ہین کہ عرب مین جہازات بنانے کا سامان نہ تھا لہذا ترکون نے یورپ سے لکڑی بھیجی جو اونٹون پر لاد کر سویز کے ہولناک ریگستان کو عبور کرتے ہوئے قاہرہ پہونچی اور وہان اُس سامان سے بارہ جنگی جہاز تیار کیے گئے جنکو لیکر امیر حسین پندرہ سو سپاہیون کے ساتھ گجرات کے ساحل پر پہونچا۔ محمود شاہ نے اِس بیڑہ کا خیر مقدم کیا اور اپنے جنگی جہاز لیکر امیر حسین کا شریک ہوا۔ "چول" بندر کے پاس اتحادی بیڑہ کا پرتگیز سے مقابلہ ہوا۔ فرنگیون کا نشان بردار جہاز جسکی لاگت کا تخمینہ اُسوقت ایک کرور روپیہ کیا جاتا تھا غرق ہوا اور اُس جہاز کا کوئی ملاح بھی زندہ سلامت نہ بچا۔

پورتگال کا قدیم مؤرخ اِس بحری جنگ مین اپنا نقصان تسلیم کرتا ہے لیکن کہتا ہے کہ اُسکے ہم قومون نے دو ترکی جہاز پکڑ لیے مسلمان مورخ دعویدار ہین کہ چار سو ترک مارے گئے اور تین چار ہزار پورتگیز کام آئے لیکن پورتگال والے کہتے ہین کہ ہمارے ۱۸ آدمی ضائع ہوئے اور دشمنون کے چھ سو۔ بہرحال فرنگیون کا بیڑہ فرار ہوگیا اور اِس بحری کامیابی نے بادشاہ گجرات کی نیکنامی مین بہت اضافہ کیا۔

لے فریا سوزا۔ جلد ۱۔ حصہ ۳۔ باب ۲

یہ بحری لڑائی ہندوستان کی تواریخ مین یادرکھنے کے قابل ہے مگر
افسوس ہے کہ ہمارے ہموطن اب اس قدیم جنگ کو بالکل فراموش کر چکے ہین
اُسوقت ہندوستان کے ہمعصر سلاطین مین کوئی بادشاہ محمود شاہ کے
ملکر کا نہ تھا۔ اُسکی بحری قوت لاجواب تھی۔ بری فوج کارآزمودہ اور جرار تھی
اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اقبال ہر مہم مین اُسکے ساتھ تھا۔ ۸۷۲ھ مین اُسنے
خواب دیکھا تھا کہ نبی عربی علیہ الصلوۃ والسلام نے اُسکو نفیس غذائین کھلائی
ہین اور اس خواب کی تعبیر دانشمندون نے یہ کی تھی کہ بادشاہ کو غیر معمولی فتوحات
نصیب ہون گی۔ یہ تعبیر بالکل صحیح ہوئی اور محمود شاہ کی قوت بازو سے وہ
سخت مہمات انجام کو پہونچین جو کسی بادشاہ اسلام نے اس سے پہلے حل
نہ کی تھین۔ گرنال و جاپانیر کی فتح نے اُسکو "بیگرا" کا خطاب دلایا یعنی دو
پہاڑی قلعون کا فتح کرنے والا۔ اور تاریخ کے صفحون پر وہ اسوقت تک
"محمود شاہ بیگرا" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پورتگیز کی شکست قدیم اسلامی
مورخون کی نظر مین زیادہ وقعت نہ رکھتی ہو لیکن بیسوین صدی عیسوی مین
بحری لڑائی کے خطرات اور اسلامی سلطنتون کی بحری کمزوری سے جو آگاہی
رکھتے ہین وہ اس کامیابی کو گرنال اور جاپانیر کی تسخیر سے کم عزت نہ کرینگے۔
اولوالعزم محمود کی انصاف پرستی کا یہ عالم تھا کہ ۸۸۰ھ مین اُسکے ایک
مقرب درباری نے غصہ کے جوش مین ایک سپاہی کو قتل کر دیا اور قصاص کے

خوف سے ایدر بھاگ گیا۔ بادشاہ نے اپنے دو سکریٹریون کو اُسکی گرفتاری کے لیے مامور کیا۔ اُنھون نے اُس مقرب سلطانی کو بچانے کے لیے اُس کے دو ملازمون سے جرم کا اقبال کرا یا اور وعدہ کرلیا کہ بادشاہ سے سفارش کرکے اُنکی جان بخشی کرادینگے۔ بدنصیب نوکر روپیہ کے لالچ مین سکریٹرون کے قول پر اعتماد کرکے اقبالی مجرم بن گئے اور عدالت العالیہ سے اُن کو سزائے موت دی گئی۔ چند روز کے بعد بادشاہ کو اصلی واقعات کی اطلاع ہوئی تو باوجودیکہ وہ دونون سکریٹری ارکین ریاست مین نہایت ممتاز تھے اُن کو قتل کرادیا اور اُن کی کھالین بھُس بھراکر شہر کے دروازہ پر آویزان کین تاکہ دوسرون کو عبرت ہو اور آئندہ کوئی ایسی ذلیل حرکت نہ کرے۔

اُس کی بہادری کا ایک افسانہ مشہور ہے کہ ایک مست ہاتھی نے اُسپر حملہ کیا تمام ہمراہی خوف سے بھاگ گئے مگر بادشاہ کے پائے استقلال کو جنبش نہ ہوئی۔ اُسکے ہوش وحواس درست رہے اور اُس نے ہاتھی کو اپنے بھالے سے ایسا زخمی کیا کہ وہ چنگھاڑتا ہوا بھاگا۔

اُسکے عہد مین سلطنت گجرات کو جو وسعت وعظمت نصیب ہوئی وہ اُس سے پہلے کبھی نہوئی تھی حقیقت یہ ہے کہ محمود بیگرا کے زرین کارنامون نے محمود مالوی کا چراغ گُل کردیا۔

۹۱۵ھ مین سکندر لودی بادشاہ دہلی نے اپنے سفیر گجرات بھیجے

اور محمود شاہ کی خود مختاری تسلیم کرلی۔ شاہ اسماعیل صفوی بادشاہ ایران نے بھی اپنے وکیل گجرات کے دربار میں روانہ کیے لیکن سفیر کو باریابی کی نوبت نہ آئی تھی کہ ۲ رمضان ۹۱۷ھ کو ۷۰ سال کی عمر میں بہادر محمود غازی محمود مظفر محمود دنیا سے رخصت ہوگیا۔

هرآن که زاد بناچار بایدش نوشید
ز جام دهر مئے کل من علیها فان

چھٹا باب

زوال دولت خلجی

۲۷ ربیع الثانی سنہ ۹۰۶ھ کو سلطان ناصر الدین مالوہ کے تخت پر بیٹھا چندیری اور مندسور کے صوبہ داروں نے بغاوت کی اور بہت سے امرا سلطنت اُن کے ساتھ ہو گئے۔ سلطان اُن کے مقابلہ پر نکلا۔ سارنگپور کے قریب باغیوں کو شکست ہوئی۔ سلطان میدان سے ہٹا تو شیر خان حاکم چندیری نے دوبارہ فوج جمع کی اور شاہی لشکر سے مقابل ہوا۔ اس مرتبہ بھی باغیوں کو زک ملی۔ اور شیر خان ایسا زخمی ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا۔ سلطان نے اُسکی لاش قبر سے کھدوا کر دار پر آویزاں کروائی اور وہاں کی حکومت دوسرے کے سپرد کر کے مانڈو واپس آیا۔ خانہ جنگی سے فراغت ہوئی تو سلطان نے اپنا وقت عیاشی مین صرف کرنا شروع کیا شراب نوشی حد اعتدال سے بڑھا دی۔ مقتول بھائیوں کے ہوا خواہوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے ہلاک کیا۔ خونریزی کا شوق ایسا بڑھا کہ وفادار نوکر بھی مظالم کے تختۂ مشق بننے لگے۔ ایک دن حوض کے کنارہ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ نشہ کی شدت سے پانی مین گر گیا۔ چار لونڈیاں جو اسکے قریب کھڑی تھیں اپنی جان خطرہ مین

ڈال کر پانی مین کو دپڑین۔ بادشاہ کو حوض سے نکالا اور اُس کا لباس تبدیل کیا لیکن جب نشہ اُترا حواس درست ہوے درد سر محسوس ہوا اور کنیزون نے حوض مین گرنے کا ذکر کیا۔ تو سلطان اُس قول کو جھوٹ سمجھ کر نہایت غضبناک ہوا اور باوجودیکہ کنیزون نے سلطان کا بھیگا ہوا لباس اپنے دعوے کے ثبوت مین پیش کیا تلوار کھینچ کر چارون بیگناہ لونڈیون کے سر اُڑا دیے ۹۰۰ھ مین سلطان نے کھواڑ کے راجپوتون پر حملہ کیا۔ اور دوسرے سال چتور کے رانا پر چڑھائی کی۔ اِن دونون مہمون مین کامیاب ہوا۔ کھواڑ سے بہت مال غنیمت حاصل ہوا اور چتور کے رانا نے زر کثیر دیکر امان پائی۔ بلکہ اپنے ایک ماتحت راجہ جیونداس کی لڑکی کو سلطان کے حرم مین دیدیا۔ جو بعد کو ملکہ چتوری کے نام سے مشہور ہوئی ناصر الدین نے اپنے باپ کی زندگی مین اطاعت سے انحراف کیا تھا۔ اور آخر کار بالاعلان بغاوت کردی تھی اِس لیے اپنے لڑکون سے خائف رہتا تھا اور ڈرتا تھا کہ وہ بھی بدرحالی قدر کی سنت پر عمل نہ کرین۔ اراکین سلطنت سلطان سے بددل اور متنفر تھے انھون نے ولیعہد شہاب الدین کو تیز کیا اور اُس نے مانڈو سے نکل کر فوج جمع کی۔ سلطان ناصر الدین بہت متردد ہوا۔ شیخ حسین اجمیری ایک روشن ضمیر بزرگ مانڈو مین قیام پذیر تھے۔ سلطان دہی کا پیالہ ہاتھ مین لیکر دیہات کے شحنون کی طرح اُن کی مجلس مین حاضر ہوا حضرت نے

فتح کی بشارت دی۔ شہاب الدین سلطانی لشکر سے شکست پاکر دہلی کی طرف فرار ہوا۔ سلطان کے سر سے بلا ٹلی تو پھر عیاشی کا دروازہ کھلا۔ شراب خواری کی کثرت سے بخار مین مبتلا ہوا اور باوجودیکہ موسم سرد تھا غسل کیا۔ موت نے آدبایا۔ گیارہ برس چار مہینے تخت سلطنت کو بدنام کرکے دنیا سے راہی ہوا۔ توزک جہانگیری مین لکھا ہے کہ ناصر الدین نشہ کی حالت مین حوض مین گر پڑا اور کسی نے اُسکو نہ نکالا یہانتک کہ وہ مرگیا کہتے ہین کہ جہانگیر جب اپنے عہد سلطنت مین مانڈو آیا اور ناصر الدین کے مقبرہ مین پہونچا تو اُس نے اس مردہ سلطان کی قبر پر ٹھوکر ماری اور اپنے ہمراہیون کو بھی ایسا ہی کرنیکا حکم دیا۔ جب اس تذلیل سے تسلی نہ ہوئی تو اُس غریب کی ہڈیان کھدوائین اور اُن کو جلواکر راکھ نربدا مین پھینکدی۔ شیر شاہ سور نے بھی جب کہ وہ مانڈو وارد ہوا تھا اس قبر کی توہین کی تھی۔ مگر جہانگیر نے انتہا کردی۔ اگر ناصر الدین شراب خوار تھا تو جہانگیر بھی بنت العنب کا مرید تھا۔ اگر ناصر الدین عیاش تھا تو شیر افگن خان کا قاتل بھی پارسا نہ تھا۔ اگر ناصر الدین نے باپ سے بغاوت کی تو جہانگیر اس میدان مین بھی ہم رکاب تھا!!! اخلاقی حیثیت سے کوئی فوقیت جہانگیر کو ناصر الدین پر حاصل نہ تھی بجز اسکے کہ اکبر کے فرزند پر باپ کے قتل کا شبہہ نہین کیا گیا تھا۔ ظاہرا کوئی معقول وجہ اس کینہ اور وحشیانہ حرکت کی نہین ہوسکتی جو جہانگیر سے اس وقت سرزد ہوئی۔ اور

آئندہ نسلین اُسکی یہ حماقت ہمیشہ نفرت وحقارت سے دیکھین گی" رنگیلے
بادشاہ!! آج تم مانڈو پر قابض ہو اور غرور سے زمین پر پاؤن نہین رکھتے
یاد رکھو کہ کل تم بھی زمین کا پیوند ہوگے اور تمھارا تاج وتخت کسی دوسری
قوم کے قبضہ مین آئے گا کیا تم خوش ہوگے کہ اُس اقبالمند جانشین کے
ملازم تمھاری ہڈیون کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرین جیسا تم نے اپنے
پیشرو کے ساتھ کیا ہے۔ شرم! شرم!! شرم!!!"

ناصرالدین کی وفات کے بعد اُس کا تیسرا بیٹا محمود باپ کی وصیت کے
مطابق سلطان محمود ثانی کے لقب سے تاج سلطانی کا مالک ہوا جشن
تخت نشینی دارالسلطنت مانڈو مین دھوم دھام سے منایا گیا اور یہ اس
گلشن کی آخری بہار تھی۔ شاہی جلوس کے ساتھ ۷۰۰ ہاتھی جنپر زربفت
کی جھولین پڑی تھین شہر مین گشت کرتے تھے اور اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ ناصرالدین نے باوجود کثرت عیاشی کے نہ آبائی دولت برباد کی تھی اور
نہ شاہی خزانہ خالی کیا تھا۔ ایک ہندو بسنت رائے نام نوعمری سے محمود کا
خدمت گذار تھا اب وہ بادشاہ ہوا تو اُسکا دبدبہ بڑھا۔ امیرون نے سازش
کی اور اُسکو قتل کردیا۔ بعدازان ایک دوسرے مشیر کو جسپر بادشاہ کی نظر عنایت
تھی الزام بغاوت سے متہم کرکے جلاوطن کرایا۔ مانڈو کے گورنر محافظ خان نے
برسر دربار بادشاہ سے کہا کہ آپ کا بڑا بھائی قید ہے اُسکو قتل کرڈالیے ورنہ

سلطنت خطرہ مین پڑے گی سلطان کو محافظ کی گستاخانہ لہجہ ناپسند ہوا اور اُسکو سزا دی محافظ زخمی ہو کر بھاگا اور اپنے ہمراہیون کو جمع کر کے محل شاہی پر چڑھائی کردی دوسرے امیرون نے محافظ کی امداد کی اور مجبور ہو کر بادشاہ کو قلعہ سے باہر جانا پڑا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس بدنصیب سلطان نے اپنا دار الحکومت چھوڑا۔ امیرون نے شہزادہ صاحب خان کو قیدخانہ سے نکال کر بادشاہ بنایا اور چتر شاہی اُن کے سر پر رکھا لیکن سلطان محمود قلعہ کے باہر خیمہ زن تھا۔ ایک بہادر راجپوت مدنی رائے نامی اُسکی حمایت پر مستعد ہوگیا۔ بہت سے رئیس سلطان کے پاس جمع ہوئے۔ دار السلطنت پر حملہ کیا گیا۔ مدنی رائے کی بہادری سے باغیون کو شکست ہوئی شہزادہ صاحب خان اور محافظ خان گجرات کی طرف بھاگ گئے اور سلطان شوال ۹۱۷ھ میں دوبارہ تخت گاہ مین داخل ہوا۔ اب مدنی رائے سلطان پر بہت زیادہ حاوی ہو گیا اور جن مسلمان امیرون پر بادشاہ کی نظر عنایت تھی اُن کو قتل کرانے لگا۔ ارکین سلطنت نے خوفزدہ ہو کر شہزادہ صاحب سے نامہ و پیام شروع کیا۔ ایک عرضی سکندر لودی کے پاس بھی بھیجی اور اُسکو مذہبی جوش دلا کر شہزادہ صاحب خان کی امداد پر اُبھارا۔ مدنی رائے کی حکمت عملی اور جوانمردی سے صاحب خان اور بادشاہ دہلی کی کارروائیان بے سود ثابت ہوئیں۔ راجپوتون کا اثر روز بروز بڑھنے لگا مسلمان امیر کسی جرم کے قتل ہونے لگے۔ اُن کے

مکانات لوٹے جاتے تھے اور جاگیرین ضبط ہوتی تھین۔ تمام مسلمان سردار جنھون نے ناصرالدین وغیاث الدین کے عہد مین نیکنامیان حاصل کی تھین تہ تیغ ہوے اور انکی جگہ راجپوت مقرر ہوے پریون کا اکھاڑہ جو سلطان غیاث الدین نے حرم سرا مین اکٹھا کیا تھا مدنی راے اور اُس کے ہمراہیون کے تصرف مین آیا قدیم طرز حکومت بالکل تبدیل ہوگیا دیوانی اور فوج کے اعلی عہدون پر راجپوت نظر آنے لگے جب نوبت یہان تک پہونچی کہ سواے سلطان کے ذاتی خدمتگارون کے کوئی اہل کار مسلمان نہ رہا اور سلطنت کے کل چیثے ہندؤن کے ہاتھ مین پہونچ گئے تو بادشاہ کی آنکھین کھلین اور اُس نے راجپوتون کو یک قلم موقوف کرنے کا ارادہ کیا اُس زمانہ مین قاعدہ تھا کہ جب کوئی ملازم برخاست کیا جاتا تھا تو آقا اُسکو ایک بڑا پان کا دیتا تھا اور یہ اُسکی برطرفی کی علامت ہوتی تھی سلطان نے ایک ٹوکری مین چالیس ہزار بیڑے پان کے منگواکر مدنی راے کو دکھلاے اور حکم دیا کہ یہ راجپوتون کو تقسیم کردیے جائین راجپوت بہت آزردہ ہوے اور تجویز کی کہ سلطان محمود کو تخت سے اُتار کر مدنی راے کے لڑکے راے رایان کو مالوہ کا بادشاہ بناوین مدنی راے بہت دانشمند تھا اُس نے کہا کہ گجرات خاندیش اور دکھن کے مسلمان بادشاہ متفق ہوکر مالوہ پر حملہ کرینگے اور ہمکو ذلت نصیب ہوگی اس لیے بہتر ہے کہ تم لوگ بادشاہ سے اپنے قصور کی معافی مانگو اور عرض کرو کہ وہ تمکو موقوف

نہ کرے یہ ترکیب کارگر ہوئی بادشاہ کا غصہ فرو ہوگیا اور بیشتر راجپوت اپنے
عہدون پر قائم رہے اسکے بعد کسی ہندو نے بادشاہ سے گستاخی کی اور
سلطان نے ناراض ہوکر مدنی رائے کے قتل کا حکم دیدیا مدنی رائے زخمی
ہوکر بھاگا اور راجپوتون نے متفق ہوکر محل سلطانی پر حملہ کیا سلطان صرف
سولہ سوارون اور چند پیادون کی مدد سے اُس انبوہ کے مقابل ہوا اور
اپنی بہادری سے ان سب کو بھگا دیا۔ اس واقعہ کے بعد اگرچہ ظاہرا مدنی رائے
سلطان کا مطیع رہا لیکن دربار جاتے وقت اپنے ساتھ ۵۰۰ آدمی حفاظت
کے لیے لیجاتا تھا۔ اس کارروائی سے بادشاہ کو خطرہ پیدا ہوا۔ ایک رات
صرف ایک سوار اور ایک پیادہ ہمراہ لیکر وہ قلعہ مانڈو سے باہر نکلا اور
گھوڑے کی باگ نہین روکی یہانتک کہ گجرات کی سرحد مین داخل ہوگیا۔ یہ
دوسرا موقع تھا کہ اس بدبخت نے سلطنت کو الوداع کہی۔ اُسوقت گجرات
مین مظفر ثانی بادشاہ تھا جو اپنے باپ محمد بیگرہ کی وفات کے بعد ۲ شوال
۹۱۷ھ کو تخت نشین ہوا تھا۔ جلوس کے دوسرے مہینے بادشاہ ایران
کے سفیر کو باریابی نصیب ہوئی تھی جسکے ورود کا تذکرہ پانچوین باب مین
کیا جا چکا ہے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد شہزادہ صاحب خان مالوہ سے
بھاگ کر اُسکی پناہ مین آیا اور بادشاہ نے عزت سے رکھا تھا۔ صاحب خان
اور سفیر ایران مین بہت دوستی ہوگئی اتفاقاً سفیر کے ہمراہیون اور صاحب خان کے

ملازمون مین کسی بات پر تکرار ہوئی قزل باشون نے ہندیون کو خوب پیٹا۔
اور رعیت سے ایسے لوگون کو زخمی کیا جو اس تکرار سے کچھ واسطہ نہ رکھتے تھے۔
بڑی مشکل سے امن قایم ہوا لیکن شہزادہ شرمندہ ہو کر گجرات سے بھاگ گیا۔

بھیم راے راجہ ایدر نے سرکشی کی اور قرب و جوار کے اسلامی علاقے
کو لوٹنا شروع کیا اس خبر سے غضبناک ہو کر بادشاہ ایدر کی طرف بڑھا اور
تمام ریاست کے تباہ کرنے کا حکم دیا۔ راجہ نے بیلنگر کے پہاڑون مین
پناہ لی اور ایدر کی حفاظت کے لیے صرف دس راجپوت رہ گئے جنھون نے
نہایت استقلال سے مقابلہ کیا یہانتک کہ وہ سب قتل ہوے۔ اور ایدر
بادشاہ کے قبضہ مین آ گیا۔ راجہ نے اپنی جاے پناہ سے ایک برہمن بادشاہ
کے حضور مین بھیجا۔ قصور کی معافی چاہی سو گھوڑے اور دو لاکھ تنکہ بطور
تاوان پیش کیے بادشاہ نے نذر قبول کی اور اس روپیہ سے فوج مرتب کر کے
مالوہ پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا بادشاہ دھار کے قریب شکار مین مصروف رہا اور
فوج نالچہ تک بڑھی۔ راجپوتون سے ایک لڑائی بھی ہوئی جس مین گجراتی کامیاب
رہے مگر اس عرصہ مین راجہ بھیم راے مر گیا اور اسکے لڑکے کو چتوڑ کے رانا
سانگا نے معزول کر کے اپنے داماد راے مل کو ایدر کی حکومت پر قایم کرنا
چاہا۔ بادشاہ مالوہ سے بغیر کسی مزید کارروائی کے واپس آیا۔ اور اپنے ایک
فوجی سردار کو راے مل سے لڑنے بھیجا اس سردار کو شکست ہوئی اور

راے مل کی طاقت ایدر کی ریاست مین قوی ہو گئی ہر طرف راجپوتون کا
زور بڑھ رہا تھا اور بادشاہ کے پاس مسلمان مظلومون کی فریادین پہونچ رہی
تھین۔ کہ سلطان محمود ثانی مدنی راے کے خوف سے فرار ہو کر گجرات
کی سرحد پر پہونچا۔ مظفر شاہ نے چتر سفید اور سراپردہ سرخ بادشاہ مالوہ کے لیے
بھیجا اور اُسکی امداد کے لیے اپنی کل فوج لیکر آیا۔ دونون بادشاہ مالوہ فتح
کرنے کے لیے بڑھے۔ مدنی راے نے اپنے لڑکے کو قلعہ مین چھوڑا اور حملہ آورون
سے جنگ کے لیے دھار تک آیا۔ جب اُسکو گجرات کی فوجی قوت کا اندازہ ہوا
تو لڑنا بیکار سمجھکر اپنی فوج کا بیشتر حصہ قلعہ مانڈو کی حفاظت کے لیے بھیجدیا
اور خود مالوہ چھوڑ کر چتوڑ کی طرف گیا۔ تاکہ رانا سانگا سے مدد لیکر گجراتیون کا
مقابلہ کرے۔ بادشاہی فوج دھار کے سامنے پہونچی تو قدیم دار السلطنت نے
اپنے پھاٹک کھولدیے۔ دونون بادشاہ بغیر کسی مزاحمت کے مانڈو کے
سامنے پہونچے اور اُس عظیم الشان قلعہ کا محاصرہ شروع کیا جسکو اُس وقت تک
کوئی زبردست شخص فتح نہ کر پایا تھا۔ کئی دن محاصرہ قائم رہا اور قلعہ پر اثر نہ ہوا۔
مدنی راے کا خط اپنے بیٹے کے نام آیا کہ ایک مہینہ تک قلعہ مین جمے رہو۔
رانا سانگا اڑوالی راجپوتون کو جمع کرکے تمھاری مدد کو آتا ہے بیٹے نے
خوش ہو کر چالاکی سے صلح کا پیام بھیجا اور یہ شرط لگائی کہ ایک مہینہ کے لیے
محاصرہ اُٹھا لیا جائے تاکہ راجپوتون کے بال بچے قلعہ سے نکل جائین۔

مظفر شاہ کو اس قول پر اعتبار نہ تھا مگر اس اندیشہ سے کہ راجپوت بادشاہ
مالوہ کے اہل و عیال کو جو ہنوز قلعہ مین تھے قتل نہ کر ڈالین یہ شرط منظور کر لی
اور اپنی فوج ۶ میل کے فاصلہ پر ہٹا دی۔ ۲۰ دن تک لڑائی بند رہی مگر جب
بادشاہ نے دیکھا کہ قلعہ کے پاس ہاتھیون کی آمدورفت بہت رہتی ہے اور یہ بھی
سنا کہ رانا سانگا فوج لیے ہوے اوجین سے چند میل کے فاصلہ تک
آگیا ہے اُس نے اپنی فوج کا ایک حصہ رانا سانگا کا راستہ روکنے کو بھیجا
اور قلعہ کا محاصرہ مکرر شروع کر دیا دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے گجراتیون نے
مسلسل ہر رات قلعہ کی فصیل پر سیڑھیان لگانیکی کوشش کی اور جب محافظ
جنگ کے لیے مستعد ہوے تو پیچھے ہٹ گئے پانچوین شب کو گجراتیون نے
پُرزور حملہ کر دیا سیڑھیان لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور محافظون کے
ہوشیار ہونے سے پہلے پھاٹک پر قبضہ کر لیا۔ بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔
اُنیس ۱۹ ہزار راجپوت قتل ہوے اور مانڈو کا قلعہ پہلی مرتبہ بزور شمشیر فتح ہوا۔
راجپوتون نے کوئی صورت مفر کی نہ دیکھی تو چتا بنا کر اپنے بال بچون کو مال
اسباب سمیت جلا دیا اور حملہ آورون سے مقابل ہو کر اپنی جانین دین سلطان
محمود فوج کے پیچھے تھا جب قلعہ فتح ہو گیا تو مظفر شاہ کے پاس آیا۔ اور
فتح کی مبارکباد دی۔ بہادر مظفر نے جواب دیا کہ "مجھکو سخت جنگ کرنا پڑی
لیکن مین نے یہ لڑائی آپ کے لیے کی ہے۔ آپ کا دارالسلطنت مین آپکو

واپس کرتا ہون" یہ کہکر بادشاہ گجرات نے قلعہ خالی کر دیا۔
دوسرے روز سلطان کو مانڈو مین چھوڑ کر راناسانگا سے لڑنے کے لیے اوجین کی طرف بڑھا۔ رانا کو مانڈو کے فتح ہوجانے اور مظفر کے نقل وحرکت کی خبر ملی تو وہ چتوڑ واپس چلا گیا۔ سلطان نے مظفر شاہ کو اپنی دارالسلطنت مین بلایا اور نہایت دھوم سے اُسکی دعوت کی بادشاہ گجرات کو مالوہ کے تخت پر بٹھایا اور خود اُسکے سامنے عاجزی سے کھڑے ہوکر خادمون کی طرح کھانا کھلایا۔ دعوت سے فراغت کے بعد بیش قیمت تحائف بادشاہ گجرات کے نذر کیے اور جب مانڈو سے رخصت ہونے لگا تو سلطان دھار تک اُسکی ہمراہی مین گیا۔ دو تین ہزار منتخب گجراتی سوار اپنی حفاظت کے لیے مانگ لیے۔ بادشاہ گجرات کی مدد سے محمود کو دارالسلطنت واپس مل گیا لیکن چندیری اور گگرون کے قلعے ابھی تک مدنی راے کے سپاہیون کے قبضے مین تھے۔ اور بھلسا رائسین اور سارنگپور کا علاقہ ایک پوربیہ سلہدی نام کے تصرف مین تھا جو کسی زمانہ مین سلطان غیاث الدین کا وزیر رہا تھا اور اب باغی ہوگیا تھا۔ سلطان نے ان علاقون کو مسخر کرنا چاہا اور پہلے گگرون کے قلعہ کی طرف گیا۔ مدنی راے راناسانگا سے مدد لیکر مقابلہ کو آیا۔ مالوہ کی فوج جسوقت تیز کوچ کرکے گگرون کے سامنے پہونچی تو سلطان کو معلوم ہوا کہ دشمن بھی قریب ہے اور اُس نے فوراً جنگ کا ارادہ کیا۔ گجرات کے سپہ سالار نے جو سلطان کے ساتھ تھا اس

تجویز سے مخالفت کی اور سمجھایا کہ سارا لشکر تھکا ہوا ہے۔ اسوقت لڑائی کرنا
مناسب نہین لیکن بادشاہ کے مزاج مین عجلت تھی اُس نے بہادری کے
جوش مین فوج کی خستگی کی کچھ پرواہ نکی اور دفعتاً راجپوتون پر حملہ آور ہوا۔ راجپوت
تر و تازہ جنگ کے تیار تھے۔ اور ۵۰۰۰ ہزار سپاہی اُن کے ساتھ تھے مالوہ
کا لشکر تباہ ہوا۔ قریباً قریب سب گجراتی قتل ہوئے اور بادشاہ کے ساتھ
صرف دس سوار میدان مین رہ گئے اُس نے کچھ پرواہ نہ کی اور اپنے ہمراہیونکو
جوش دلایا کہ شہادت حاصل کرنے کے لیے اس سے بہتر موقع نہ ملے گا وہ
دس ہمراہی بھی کٹ کر مر گئے۔ بادشاہ زخمون سے چور تھا اور اُسکے بدن سے
خون کے فوارے بہتے تھے لیکن اُس حالت مین تلوار چلانے سے غافل
نہ تھا۔ تمام راجپوت اُسکی بہادری سے متعجب تھے اور بعض لوگ خیال
کرنے لگے تھے کہ یہ کوئی دیو یا بھوت ہے۔ آخرکار عالم غفلت مین گھوڑے
سے گر پڑا اور زندہ گرفتار ہوا۔ رانا سانگا اُسکو عزت سے اپنے خیمہ مین
لے گیا زخمون کی مرہم پٹی کی اور بذات خاص اُسکی تیمارداری مین مصروف
رہا۔ اسوقت تک چتور گڑھ مین اُس محل کا نشان دیا جاتا ہے جسمین
بہ حیثیت سلطان تیار کرکے رکھا گیا تھا جب اُسکے زخم مندمل ہوئے رانا سانگا
نے تاج مالوہ اور کمربند مرصع وغیرہ قیمتی جواہرات اُس سے چھین لیے اور
مانڈو پہنچا دیا۔ یہ تیسرا موقع تھا کہ اس بدبخت سلطان کو اپنا کھویا ہوا راج

دالیس ملا۔ مورخ اس واقعہ کو لکھتا ہے تو اُس کا قلم گجرات کے بادشاہوں
کا طرز عمل مغلوب راجپوتوں کے ساتھ یاد کرکے شرم سے سر جھکا لیتا ہے
حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے ہندوستان پہونچکر فیاضی اور عالی ہمتی کے
اوصاف فراموش کر دیے تھے اور اُن کے بادشاہوں کے افعال اُسی سزا
مستحق تھے جو چند روز کے بعد مالک دو جہان کی سرکار سے دی گئی۔
”رحم کرتا کہ تجھپر بھی رحم کیا جائے“ ”دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک
کر جیسا کہ تو اپنے ساتھ چاہتا ہے“

کجا یند شاہان جم اقتدار — زہوشنگ و جم تا بہ اسفندیار
ہمہ خاک دارند بالین و خشت — خنک آنکہ جز نام نیکی نہ کشت

رانا سانگا کی شرافت سے سلطان محمود کی جان بخشی ہوئی لیکن سلطنت مالوہ کی
بنیاد ہل چکی تھی اضلاع پر مختلف سرداروں کا قبضہ تھا۔ جو خود مختاری کے
دعویدار تھے۔ اور مالوہ کا بہترین علاقہ مدنی راے اور سلہدی پوربیہ کے
تصرف میں تھا۔ ملک کی آمدنی گھٹ گئی تھی اور فوجی قوت نہایت ضعیف
تھی۔ ناعاقبت اندیش سلطان بجاے اسکے کہ رعایا کو راضی کرکے اُن کے
قلوب پر سکہ جماتا اب بھی اس وہم میں گرفتار تھا کہ تلوار کے زور سے ملک پر
حکومت ہو سکتی ہے اُس نے امیروں اور سرداروں کو دشمن سمجھا۔ کسی کو دوست
بنانے کی کوشش نہ کی اور ۹۲۶ھ میں سلہدی پوربیہ پر حملہ کرکے سارنگپور کا

قلعہ چھین لیا لیکن یہ طاقت نہ تھی کہ بھلسا اور رائے سین سے سلہدی
کو نکال سکتا - یا چندیری کے لیے مدنی رائے سے لڑتا - راجپوت اپنی
کھوئی ہوئی سلطنت واپس لینے کو تیار تھے اور شمالی ہندوستان مین کوئی
قوت رانا سانگا کے مدمقابل نہ تھی - یکایک زمانہ نے کروٹ بدلی مغلیہ سلطنت
کی بنیاد قائم ہوئی اور بابر نے رانا سانگا کو پانی پت کے میدان مین شکست
دیکر راجپوتون کی روزافزون طاقت کو روک دیا - اس امداد غیبی سے مسلمانون کو
فائدہ پہونچا لیکن مالوہ کی بادشاہی جو حالت نزع مین گرفتار تھی - آب حیات کے
قطرون سے بھی زندہ نہو سکی - اور بدنصیب سلطان محمود نے مظفر ثانی بادشاہ گجرات
کو مالوہ کے تخت پر بٹھا کر جو فال بد نکالی تھی اُس کا اثر ظاہر ہوا سلطان مظفر
مالوہ سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ رائے مل نے بیلنگر کی پہاڑیون سے نکل کر
بادشاہی علاقون کو نقصان پہونچایا ہے بادشاہ کی نیت تھی کہ رائے مل کو گرفتار
کرکے ہمیشہ کے لیے اُسکی خودسری کا خاتمہ کردے مگر اسی عرصہ مین محمود خلجی کو
راجپوتون سے شکست ہوئی اور گجراتی سپاہی جو سلطان کی ہمراہی مین تھے
قتل ہوے مظفر شاہ نے فوراً اپنی فوج اُسکی امداد کے لیے روانہ کی - اُسکا
سردار رانا سانگا سے لڑا اور شکست پاکر احمد آباد کی طرف واپس آیا رانا کی ہمت
بڑھ گئی اور اُس نے گجرات کے علاقون کو بھی تباہ کرنا شروع کیا بادشاہ نے
اُسکے زیر کرنے کے لیے خود جانے کا ارادہ کیا مگر ایک فوجی سردار ملک ایاز سلطان نام

مانع ہوا اور عرض کی کہ بادشاہ کا بذات خاص میدان مین جانا خلاف شان ہے
آخر کار ملک ایاز ایک لاکھ سوار اور سو ہاتھی لیکر رانا کے مقابلہ کو گیا اور چتور
کے علاقون کو خاک سیاہ کرنا شروع کیا۔ مہراسہ۔ ڈونگرپور اور بانسواڑہ تباہ
کرکے وہ مندسور کی طرف بڑھا اور رانا سانگا سے مقابلہ کے لیے مندسور سے
۲۴ میل کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا۔ رانا نے بادشاہ کے پاس سفیر بھیجکر صلح کی
درخواست کی لیکن شرائط اطاعت ملک ایاز کو ناگوار ہوئین اور اس نے
مندسور پر قبضہ کرلینے کا ارادہ کیا سلطان محمود خلجی جو اس عرصہ مین تندرست
ہوکر رانا کی قید سے چھوٹ آیا تھا پچھلے احسان کو فراموش کرکے گجراتیون کی
مدد کو آیا اور حملہ آور سردارون مین باہم رقابت پیدا ہوگئی۔ ملک ایاز نے
رانا سانگا کا پیام صلح منظور کرلیا مگر باوجود اس معاہدہ کے سلطان محمود نے
رانا کے لشکر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ملک ایاز نے منع کیا۔ اور جب دیکھا کہ
اسکی فہمایش کارگر نہین ہوتی تو اپنی فوج کو مندسور کے سامنے سے ہٹا لیگیا
تب سلطان محمود کو بھی مجبور ہوکر مانڈو واپس جانا پڑا۔ مظفر شاہ اس عارضی صلح
سے خوش نہوا۔ اور اس نے قصد کیا کہ آئندہ سال بذات خاص رانا پر حملہ کرے
ملک ایاز کو اس ارادہ کی خبر ہوگئی اور اس نے خفیہ طور پر رانا کو اطلاع کردی
رانا نے اپنے لڑکے کو قیمتی تحائف دیکر بادشاہ کے پاس بھیجا اور عاجزی سے
اپنے ملک کے لیے امن کا خواستگار ہوا۔ بادشاہ نے رانا کے لڑکے کو خلعت دیا

اور صلح منظور کرلی۔ چتوڑ کے رانا کو گوشمالی دیکر بادشاہ نے دہلی کے شہنشاہ سے لڑنے کی ہمت کی اور ارادہ ظاہر کیا کہ وہ ابراہیم لودی کو تخت سے اُتار کر اُسکے بھائی جلال خان کو سلطنت دہلی دلائے بلکہ اپنی فوج کا ایک دستہ جلال خان کی اعانت کے لیے دہلی کی طرف روانہ بھی کیا مگر اس مہم میں سرخروئی اور نیکنامی حاصل ہونے سے قبل ہی بادشاہ بیمار ہوا اور اُس کے مرض کو طول ہونے لگا وہ اپنے لڑکے بہادر خان کو ولیعہد بنانا چاہتا تھا لیکن وہ لڑکا دہلی میں تھا اور باوجود طلبی کے باپ کی خدمت میں حاضر نہوا فوج کا ایک حصہ شہزادہ سکندر کا ہوا خواہ بنا اور دوسرا شہزادہ لطیف خان کو مسندنشین کرانے کی کوشش کرنے لگا۔ اگر بہادر خان اُس وقت پہونچ جاتا تو بادشاہ غالباً اُسی کو سلطنت کے لیے نامزد کرتا۔ جب وہ نہ آیا تو جمعہ کے دن دوسری جمادی الاول ۹۳۲ھ کو سلطان نے شہزادہ سکندر کو خلعت ولیعہدی سے سرفراز فرمایا۔ اور دوسرے روز چھپن برس کی عمر میں پندرہ سال حکومت کرکے عالم بقا کی طرف راہی ہوا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ مظفر شاہ منصف ایماندار اور پابند شریعت تھا اُسکی خوشنویسی کی دھوم تھی اور قرآن شریف کی بہت سی نقلیں اُس نے اپنے قلم سے تیار کرکے حرمین شریفین کو بطور نذر کے بھیجی تھیں اُس نے علم و فضل کی بھی سرپرستی کی اور اسکے عہد میں ایران عرب اور روم کے علما گجرات میں آکر آباد ہوئے۔ بادشاہ کی وفات کے بعد

اُس کا بڑا بیٹا سکندر خان اپنے باپ کی وصیت کے مطابق تخت سلطنت پر بیٹھا لیکن چند ہی روز کے بعد اُسکو معلوم ہوا کہ ایک درویش نے پیشین گوئی کی ہے کہ شہزادہ بہادر گجرات کا بادشاہ ہوگا اس خبر سے اُسکو ایسا غصہ آیا کہ فقیر کو سیکڑوں گالیاں دیں اور ارکین سلطنت کی توہین کرنے لگا تمام اُمرا بیزار ہوگئے۔ عماد الملک سلطانی جو ایک حبشی نژاد غلام تھا اور مظفر شاہ نے اُسکی بہت عزت بڑھائی تھی ناراض ہوکر دربار سے کنارہ کش ہوا۔ شہزادہ لطیف خان چھوڑ پہونچا تاکہ راناسے مدد لیکر بھائی سے مقابلہ کرے سکندر نے اُسکو زیر کرنے کے لیے فوج بھیجی۔ شاہی لشکر کو شکست ہوئی۔ گجرات کی رعایا نے اس زرکہ کو بدفالی سمجھا اور عماد الملک نے موقع پاکر بادشاہ کے قتل کی سازش کی فرشتہ لکھتا ہے کہ سکندر شاہ نے ایک رات خواب مین دیکھا کہ بعض بزرگان دین اُس سے کہتے ہین کہ سکندر تخت سے اُتر یہ دوسرے کا حصہ ہے اس خواب سے بادشاہ بہت پریشان ہوا دل بہلانے کے لیے چوگان بازی مین مصروف ہوا جب تھک گیا تو ناشتہ کرکے سو رہا اُسی وقت چند ارکان ریاست ترکی و حبشی غلامون کو لیکر خوابگاہ مین پہونچے اور بادشاہ کی زندگی کا خاتمہ کردیا۔ اس بدنصیب نے صرف مہینے سترہ دن حکومت کی سکندر شاہ کو قتل کرکے عماد الملک نے اُس کے چھوٹے بھائی نصیر خان کو محمد شاہ کے خطاب سے تخت سلطنت پر بٹھایا ارکین سلطنت نے

مبارک باددی عمادالملک نے بادشاہ کی طرف سے خلعتین تقسیم کین اور تاجپوشی
کے دن ایک سو اسّی ۱۸۰ امیرون کو خطابات بانٹے عمادالملک کا رسوخ و اقتدار
دوسرے امیرون کو ناگوار ہوا اور اُنھون نے شہزادہ بہادرخان کے پاس جو
اُسوقت ہندوستان مین تھا خطوط بھیجکر گجرات واپس آنے کا اصرار کیا۔
بہادرخان اس پیام طلب سے خوش ہوکر گجرات کا عازم ہوا اور ۲۶ رمضان المبارک
سنہ ۹۳۲ھ کو نہروالا کے مقام پر اُس نے تاج سلطنت اپنے سر پر رکھا۔ اسطرح
محمود شاہ ثانی کی بادشاہی صرف ایک مہینہ سات روز رہی
اگرچہ حکومت کا ادعا تو چار مہینے تک رہا۔ یہ بادشاہ سنہ ۹۳۴ھ مین فوت ہوا

ساتوان باب

بہادر شاہ گجراتی اور دولت خلجی کا خاتمہ

بہادر خان سنہ ۹۰۲ھ مین جبکہ محمود شاہ بیگرہ تخت گجرات پر کوس لمن الملکی بجا رہا تھا پیدا ہوا وہ مظفر شاہ کا فرزند اکبر نہ تھا اس لیے ظاہر بین قیاس نہ کرسکتے تھے کہ تخت گجرات کو اُسکے قدم سے زینت ہوگی لیکن اُسکی دلیری دانشمندی اور ذہانت کا شہرہ تھا اور ایک درویش نے پیشین گوئی کی تھی کہ سلطنت اُسکے گلے کا ہار ہوگی۔

ایک روز اُس نے اپنے باپ سے شکایت کی کہ وظیفہ اخراجات سے کم ہے اور گذارش کی کہ اُسکو اُتنی ہی رقم دیجائے جتنی کہ اُسکے بھائی سکندر خان کو دیجاتی ہے۔ بادشاہ نے مصالح ملکی کو پیش نظر رکھکر بلند ہمت بیٹے کے سوال کا صاف جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور آئندہ غور کرنے کا وعدہ کیا شہزادہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا وہ بغیر اجازت بادشاہی کے چلا گیا اور رانا سانگا کے پاس چتوڑ پہونچا رانا نے بہت حرمت کی لیکن شہزادہ وہان نہ ٹھہر سکا۔ اجمیر پہونچا۔ خواجہ غریب نواز کے دربار مین حاضری دیکر میوات ہوتا ہوا دہلی گیا۔ اُسوقت سلطان ابراہیم لودی دہلی کا بادشاہ تھا۔

بابر شاہ کے حملہ کی خبر تھی ابراہیم اُسکے مقابلہ کے لیے فوجی تیاری کر رہا تھا
بہادر خان نے ایک موقع پر مغلون کے ایک دستہ کو شکست
دی اور دہلی کے افغان رئیس جو ابراہیم لودی سے برداشتہ خاطر تھے شہزادہ
کی ہمت و جرات دیکھکر اسکے طرفدار ہوئے اور گجرات کے شہزادہ کو دہلی کے
تخت پر بٹھانا چاہا۔ ابراہیم لودی کو اس سازش کی خبر ہو گئی اور شہزادہ اپنی
جان بچانے کے لیے جونپور کی طرف فرار ہوا مظفر شاہ نے اقبالمند بیٹے کو
بلانے کی کوشش کی اور اُسکا قصور معاف کرنے کا وعدہ کیا لیکن قبل اسکے
کہ شہزادہ واپس آئے مظفر شاہ بیمار ہوا اور سکندر کو ولیعہد سلطنت کر کے مر گیا۔
کہتے ہین کہ بہادر خان دہلی سے قریب تھا جب اُسکو مظفر شاہ کے موت کی خبر
پہونچی اور ارکین سلطنت کا پیام ملا کہ وہ گجرات واپس آکر اپنی آبائی حکومت پر
قبضہ کریے اُسی وقت جونپور کے سرداران ریاست کا ایک وفد شہزادہ کے
پاس آیا اور عرض کی کہ وہ شرقی بادشاہون کے تخت پر بیٹھے گجرات اور جونپور
کی ریاستین اُسکو بادشاہی کے لیے بلاتی تھین اور وہ شش و پنج مین تھا کہ
کس ملک کی بادشاہی کو ترجیح دے۔ اُس نے کہا کہ مین گھوڑے پر سوار ہوتا ہون
اور اُسکی باگ چھوڑے دیتا ہون جسطرف گھوڑا لے جائے گا اُدھر ہی جاؤنگا
گھوڑے نے گجرات کا راستہ لیا۔ شہزادہ نے سمجھا کہ مرضی خداوندی یہی ہے
کہ وہ اپنے موروثی تخت پر اجلاس کرے۔ منزل بمنزل سفر کرتا ہوا چتوڑ پہونچا

یہان اُسکے دو بھائی چاند خان اور ابراہیم خان سے ملے اور اُن سے معلوم ہوا
کہ بڑا بھائی سکندر شاہ قتل کردیا گیا اور عماد الملک حبشی سلطنت پر حاوی ہے
چاند خان رانا چیتوڑ کی پناہ مین رہا اور بعد کو مالوہ جاکر اُس ملک کی تباہی کا
سبب بنا لیکن ابراہیم اپنے بھائی کے ساتھ آگے بڑھا۔ بہادر خان جسقدر
گجرات سے قریب ہوتا جاتا تھا اُسکی جمعیت بڑھتی جاتی تھی اور مظفر شاہ کے
پرانے نمک خوار اُسکے ہمراہ ہوتے جاتے تھے۔ جب عماد الملک نے دیکھا
کہ سرداران ریاست بہادر خان کے ساتھ ہوتے جاتے ہین تو اُس نے
شاہی خزانہ فوج کی آراستگی مین صرف کیا اور ایک بہت بڑا لشکر جمع
کرکے بہادر خان سے مقابلہ کو بھیجا اِس فوج کے بھی بعض سردار ہوا پلٹی
ہوئی دیکھکر بہادر کے رفیق ہوگئے جب وہ مہراسا پہونچا تو شاہی تحویلدار
نے جواہرات کا خزانہ بہادر خان کے نذر کیا۔ اور نہروالا پہونچکر شہزادہ نے
۲۶ رمضان سنہ ۹۳۲ھ کو تاج شاہی اپنے سر پر رکھا عماد الملک نے مقابلہ
بیکار سمجھکر لشکر بڑودہ مین منتشر کردیا لیکن چند روز کے بعد وہ مع اپنے
بیٹے اور مشیرون کے گرفتار ہوا اور سلطان سکندر کے قتل کرنے کی پاداش مین
پھانسی دیا گیا۔ دشمنان ریاست کو مغلوب کرکے بہادر شاہ نے پندرہ ذیقعدہ
کو بمقام دار السلطنت چاپانیر دوبارہ تاجپوشی کی رسم ادا کی اور دو برس تک
سلطنت کے نظم و نسق مین مصروف رہا۔ فرنگیون نے جزیرہ ڈیو پر حملہ کرنا چاہا

مگر اُن کا جہاز گرفتار ہو گیا۔ اور اُسکے سپاہی مطیع الاسلام ہوئے۔ بیدر اور احمد نگر کے بادشاہوں نے برار پر حملہ کیا۔ اور حاکم خاندیش نے جو بہادر شاہ کا بھتیجا تھا اپنے چچا سے حاکم برار کی مدد کرنے کی التجا کی بادشاہ فوج کثیر لیکر دکھن پر حملہ کرنیکو چلا۔ خاندیش اور برار کی فوجیں بھی اُسکی ماتحتی میں تھیں جب ماہور کے قریب پہونچا تو بادشاہ نے احمد نگر سے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ گجرات کی فوج نے تعاقب کیا اور نظام شاہ صلح پر راضی ہوا۔ بہادر شاہ برابر بڑھتا گیا۔ یہانتک کہ وہ دولت آباد کے سامنے پہونچ گیا۔ عاجز آکر نظام شاہ نے بہادر شاہ کو احمد نگر کا حاکم تسلیم کیا۔ اور مساجد میں اُسکے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ جب وہ دکھن کی مہم سے بعزت واپس آیا تو اطلاع ملی کہ سلطان محمود خلجی نے رانا چتوڑ کے (جو اُسوقت بادشاہ گجرات کا اتحادی تھا) بعض دیہات لوٹ لیے ہیں سلطان محمود پر مظفر شاہ مرحوم کے احسانات سب کو معلوم تھے اس لیے بادشاہ کو سلطان کی یہ حرکت ناگوار ہوئی۔ چتوڑ کے رانا نے سلطان محمود کی زیادتی کی شکایت گجرات کے دربار میں پہونچائی سلہدی پوربیا اور معین خان سیوانی مالوہ سے فرار ہو کر چتوڑ پہونچے۔ اور سلہدی کا لڑکا بھوپت بہادر شاہ کے کیمپ میں فریاد لیکر آیا۔ بادشاہ نے بھوپت پر مہربانی کی اور اُسکو سات گھوڑے اور سات سوزرلفتی خلعتیں عنایت کیں یہ اخبار وحشت سُنکر سلطان محمود نے اپنا سفیر بہادر شاہ کے لشکر میں بھیجا اور حاضری کی اجازت طلب کی۔

بادشاہ نے جواب دیا کہ وہ بانسواڑہ میں سلطان محمود کا انتظار کریگا۔ چند روز کے بعد رانا چھوڑا اور سلہدی پوربیہ گجراتی فوج میں آ گئے۔ عزت و آبرو سے اُن کا استقبال کیا گیا۔ تین ہاتھی اور ایک ہزار پانچسو زربفتی خلعت اُن کو عنایت ہوئے۔ بادشاہ منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا نالچہ تک پہنچا اُس مقام پر مالوہ کا سفیر پھر حاضر ہوا اور عرض کی کہ سلطان محمود گھوڑے سے گر گیا ہے اور اُس کا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اس وجہ سے بادشاہ کی خدمت میں نہیں حاضر ہوسکتا۔ بہادر شاہ کو اس قصہ پر اعتبار نہ ہوا اور اُس نے سفیر سے صاف صاف اپنا شبہہ بیان کردیا۔ تب شرمندہ ہوکر سفیر بولا کہ سلطان نے چاند خان شہزادہ گجرات کو اپنے ملک میں پناہ دی ہے اور اس وجہ سے اُسکی ہمت بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے کی نہیں پڑتی۔ بہادر شاہ نے جواب دیا کہ اُسکو چاند خان سے کوئی عداوت نہیں ہے سلطان محمود کو اس قصور کا کچھ خیال نہ کرنا چاہئے۔ بادشاہ کوچ کرتا ہوا دیپالپور کے قریب پہونچا اور سلطان محمود نہ آیا تو ارکین دربار نے موقع پاکر سلطان کی بہت سی شکایتیں بادشاہ سے کین اور بہادر شاہ غضبناک ہوکر مالوہ میں داخل ہوا۔

گجراتی مورخ اس واقعہ کو یوں ہی بیان کرتے ہیں جس طرح کہ اوپر لکھا گیا ہے تاکہ اسلامی سلطنت کے تباہ کرنے کا الزام بہادر شاہ پر نہ آئے لیکن اصل واقعہ یہ ہے کہ گجرات کے بعض ارکین سلطنت نے بہادر شاہ کو تخت سے اُتارنے

اور چاند خان کو بادشاہ بنانے کی سازش کی تھی اور اُنھوں نے بابر بادشاہ
کو جو سلطان ابراہیم لودی کو شکست دیکر دہلی کا شہنشاہ ہو چکا تھا اپنی امداد
کے لیے دعوت دی تھی گجرات سے جو وکیل بادشاہ بابر کے حضور میں گئے
تھے وہ آگرہ سے لوٹ کر مانڈو آئے اور شہزادہ چاند خان سے خفیہ گفتگو کر کے پھر
آگرہ واپس گئے۔ بہادر شاہ کو اِن کارروائیوں کی خبر ملی تو اُس نے شہزادہ
چاند خان کا زندہ رہنا اپنی سلطنت کے لیے خطرناک سمجھا اور کوشش کی کہ
سلطان محمود اس شہزادہ کو اپنے علاقہ میں پناہ نہ دے۔ چاند خان اور
بہادر شاہ دونوں مظفر شاہ کے بیٹے تھے اور بدنصیب سلطان محمود کیلیے
یہ بہت نازک موقع تھا کہ وہ اپنے مرحوم محسن کے کس بیٹے کا کہنا مانے اور کس کے
احکام کی خلاف ورزی کرے۔ وہ چاند خان کو اپنے علاقہ میں پناہ دیچکا تھا
اور معزز مہمان کو خارج البلاد کرنا اُسکی عالی ہمتی کے خلاف تھا ایسی حالت
میں بہادر شاہ سے ملنے جانا سلطان محمود کے لیے بہت ہی خطرناک تھا اتفاقاً
وہ ایک دن گھوڑے سے گر گیا اس عذر کی آڑ پکڑ کر اُس نے گجراتی کیمپ میں
حاضر ہونے سے انکار کیا۔ جب بہادر شاہ مانڈو کے قریب پہونچا تو مالوہ کے
اُمرا جو سلطان سے ناراض تھے حملہ آوروں کے شریک ہو گئے۔ سلطان محمود نے
جو باوجود بدقسمتی کے بزدل نہ تھا صرف تین ہزار سپاہیوں کی مدد سے
قلعہ کی حفاظت کی۔ گجراتی ہر شب کو سیڑھیاں لگا کر قلعہ کی دیواروں پر چڑھنے کی

کوشش کرتے تھے اور ناکام رہتے تھے۔ مگر مسلسل کئی روز کی تھکاوٹ
اور کئی راتون کی بیداری سے مالوہ کے سپاہی ہمت ہار گئے۔ مانڈو کے
دو ہندوؤن نے بہادر شاہ کو فصیل قلعہ کا کمزور حصہ بتادیا اور ۹ شعبان ۹۳۷ھ
کی صبح کو گجرات کا جھنڈا اِس زبردست قلعہ پر لہرانے لگا۔ شہزادہ چاندخان
دکھن کی طرف بھاگا اور محمود نے محل سلطانی مین پناہ لی۔ پردہ کی تیلیان
کب تک کام آسکتین تھین وہ گرفتار ہوا اور بادشاہ گجرات کے حضور مین
لایا گیا۔ بہادر شاہ شاید اب بھی رحم و مروت کا برتاؤ کرتا لیکن سلطان محمود کی
غصہ وری نے یہ آس بھی توڑ دی۔ بادشاہ نے ناراض ہوکر سلطان
اور اُسکے بیٹون کو قید کر کے قلعہ چاپانیر کی طرف بھیجدیا۔ راستہ مین
۱۲ شعبان کو مالوہ کی سرحد پر دوحد کے قریب بھیلون اور کولیون نے
حملہ کیا اور دستہ محافظ کے گجراتی سردار نے یہ سمجھکر کہ مالوہ کے شاہی خاندان کو
چھڑانے کے لیے شب خون مارا گیا ہے بدنصیب سلطان معزول کو اُسی جگہ
قتل کردیا۔ اُس کی لاش دوحد کے تالاب کے قریب دفن کی گئی اور اُسکے
لڑکے چاپانیر پہونچائے گئے اس غم نصیب سلطان کے ساتھ خلجیون کی وہ
زبردست طاقت جسکو محمود اعظم نے جانفشانی سے معراج کمال تک پہونچایا
تھا اور مالوہ کی وہ خود مختار حکومت جسکو سلطان ہوشنگ غوری نے لہو
بہاکر استقلال بخشا تھا خاک مین مل گئی۔ مالوہ گجرات کا صوبہ ہوا۔ اور مانڈو کے

علم و ہنر کا زوال شروع ہوگیا۔ دھار میں جامع مسجد لاٹ دالان کے سامنے ایک
آہنی لاٹ اگلے وقتوں کی یادگار تھی بہادر نے گجرات لیجانے کا ارادہ کیا
سپاہیوں نے کافی احتیاط نہ کی۔ اور لاٹ گر کر دو ٹکڑے ہوگئی۔ اسوقت
تک مسجد کے پاس پڑی ہے۔ جہانگیر نے اپنے عہد میں اس لاٹ کو آگرہ
لیجانا چاہا۔ مگر وہ بھی وقوع میں نہ آیا۔ معلوم نہیں کب تک اس جگہ رہیگی!!

بہادر شاہ مالوہ کی دارالسلطنت پر قابض ہوا لیکن سلہدی پوربیہ
ابھی تک اوجین پر متصرف تھا اور بادشاہ یہ علاقہ اُسکے ہاتھ سے نکالنے کے لیے
بہانہ ڈھونڈھتا تھا سلہدی کے حرم سرا میں چند مسلمان عورتیں تھیں اور
اس واقعہ کو شہنشاہی مذہب کی توہین قرار دیکر شکار کے حیلہ سے وہ اوجین
کی طرف بڑھا۔ سلہدی سلام کے لیے حاضر ہوا۔ بادشاہ نے ارکین سلطنت
سے مشورہ کرکے اُسکو گرفتار کرلیا اُسکے دو وفادار ملازم ہمراہ تھے وہ بھی قید
ہوئے لیکن اُن میں سے ایک حق نمک ادا کرنے کے لیے اپنے پیٹ میں خنجر
بھونک کر سلہدی کے قدموں پر قربان ہوگیا اور بولا کہ وہ اپنے راجہ کو
ذلت میں نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے جان دینا بہتر ہے یہ خبر اوجین پہونچی تو
سلہدی کا لڑکا بھوپت اپنے ہم قوموں کو ساتھ لیکر شہر سے نکل گیا۔ گجراتیوں
نے اوجین کو خوب لوٹا۔ بھیلسا کے علاقہ میں جہاں دس پندرہ برس سے
مذہب اسلام کے ارکان ادا کرنے کی ممانعت تھی دوبارہ مسجدیں بنوائیں

اس زمانہ مین معلوم ہوا کہ بھوپت اپنے باپ کی ذلت کا بدلہ لینے کے لیے
سرحد پر فوج جمع کر رہا ہے اور چتوڑ کے رانا سے مدد مانگی ہے بادشاہ نے
اپنا ایک فوجی سردار بھوپت کو زیر کرنے کے لیے بھیجا۔ اور خود رائسین
کی طرف بڑھا جہان سلہدی کا بھائی لوکمن سنگھ فوج جمع کر رہا تھا اور منتظر
تھا کہ بھوپت اور رانا چتوڑ مالوہ پر حملہ کرین تو یہ بھی سلطان سے لڑائی شروع
کر دے۔ جب بہادر شاہ رائسین کے سامنے پہونچا تو راجپوت حملہ کرنے کے
لیے پہاڑیون سے اترے اور شکست پاکر قلعہ مین پناہ گزین ہوئے جس کا
محاصرہ شروع کیا گیا۔ سلہدی شاہی کیمپ مین قید تھا اُس نے دیکھا کہ
قلعہ کا بچنا دشوار ہے منافقت سے مسلمان ہونے کا ارادہ کیا تاکہ اُسکو
قلعہ تک جانے کی اجازت ملے اور اپنے بھائی کو اطاعت کے لیے
راضی کرے بادشاہ دھوکے مین آگیا سلہدی نے اپنا مذہب ظاہراً ترک کیا
اور شاہی دسترخوان پر کھانا کھایا اُسکے بعد صلح کا جھنڈا لیکر قلعہ کی دیوار
تک گیا اور اپنے بھائی کو فہمایش کی کہ قلعہ خالی کر دے لوکمن نے اپنی
ملکی زبان مین بھائی سے کہا کہ رانا چتوڑ اور بھوپت چالیس ہزار راجپوت
لیے ہوے قلعہ کی حفاظت کو آرہے ہین کوئی ایسی ترکیب کی جاے کہ چند
روز تک بادشاہ کا حملہ ملتوی رہے سلہدی نے بادشاہ سے حیلہ کر کے
ایک روز کی مہلت طلب کی مگر جب وہ میعاد بھی گذری اور قلعہ خالی

نہ کیا گیا تو سلہدی نے اپنے بھائی سے جاکر کہا کہ عنقریب قلعہ فتح ہوا چاہتا ہے
اور مسلمان تمام راجپوتون کو تہ تیغ کرینگے شاہی افسر سمجھے کہ سلہدی نے
نیک نیتی سے اپنے بھائی کو اطاعت کی ترغیب دی ہے اور یہ خیال
نہ کیا کہ اُسکے آخری الفاظ لوکمن کو جوش دلانے کے لیے کہے گئے ہین
نتیجہ یہ ہوا کہ راجپوتون نے قلعہ کی حفاظت مین اور زیادہ کوشش کی
دیوارین جو رخنے پڑ گئے تھے اُن کی مرمت کی اور سلہدی کا چھوٹا بیٹا
دو ہزار آدمی لیکر بھوپت اور رانا چتوڑ کو قلعہ کے سامنے جلد لانے کے لیے
باہر نکلا گجراتیون نے اُس دستہ کو کاٹ ڈالا اور سلہدی کا لڑکا بھی قتل
ہوا۔ جب سلہدی کو اِس واقعہ کی خبر ہوئی وہ غش کھاکر گر پڑا اور بادشاہ نے
اُسکو مانڈو کے قلعہ مین بھیجدیا۔ بہادرشاہ نے اپنے ایک فوجی سردار کو
قلعہ کے محاصرہ پر چھوڑا اور سوارون کو ساتھ لیکر رانا چتوڑ اور بھوپت کے
مقابلہ کو گیا۔ راجپوت چتوڑ کی طرف پسپا ہوے بادشاہ اُن کا تعاقب چھوڑ کر
رائسین کے قلعہ کی طرف واپس آیا۔ لوکمن نے یہ دیکھکر کہ اب قلعہ بچنا غیر ممکن
ہے اِس شرط سے اطاعت منظور کی کہ اُسکا بھائی سلہدی قید سے چھوڑ دیا
جائے۔ بادشاہ نے یہ شرط منظور کی اور سلہدی رائسین کے سامنے لایا گیا
لوکمن نے قلعہ کا بالائی حصہ خالی کر دیا اور بادشاہ کو خبر بھیجی کہ چار سو عورتین
سلہدی کے حرم سرا کی ہین اور انھین مین بھوپت کی ماں دُرگاوتی بھی ہے۔

سلہدی نے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو وہ خود جا کر عورتون کو شاہی کیمپ
مین لے آئے کیونکہ کسی غیر نے اگر اُن کو گرفتار کیا تو بڑی بے آبروئی ہوگی
اُسکو قلعہ مین جانے کی اجازت دی گئی مگر جب وہ اپنی بیوی کے سامنے
پہونچا تو رانی درگاوتی نے جو بہادر راجپوت رانا سانگا کی لڑکی تھی اپنے شوہر
اور اُسکے بھائی لوکمن کو بہت لعنت ملامت کی اور قلعہ کے باہر نکلنے سے
انکار کر دیا۔

رانی نے اپنے کمرے کے گرد لکڑیون کا انبار پہلے ہی فراہم کر رکھا تھا
اب شوہر سے مخاطب ہو کر بولی کہ میرے خون کا بدلا اگر تم نہ لو تو ہمیشہ کے لیے
پھٹکار ہے اور یہ کہکر چتا مین آگ لگا دی بہادر رانی مع سات سو خوبصورت
عورتون کے جو قلعہ مین موجود تھین جلکر راکھ کا ڈھیر ہو گئی اب کیا رہا تھا جسکا
غم کرتے افسردہ سلہدی اور ناکام لوکمن سب عزیزون اور رشتہ دارون کو
ساتھ لیکر تلوارین ہاتھ مین لیے ہوئے مار مار کرتے قلعہ سے نکل پڑے اور
اپنے مذہب اور عزت پر قربان ہو گئے۔

رائسین کا قلعہ فتح کر کے بادشاہ گجرات کی طرف واپس آیا کیونکہ فرنگیون
نے جزیرہ ڈیو پر حملہ کیا تھا اور اسمرتبہ پرتگالی مورخ فیریا سوزا کے قول کے
مطابق اس جزیرہ کو تسخیر کرنے کی انتہائی کوشش کی تھی چار سو جنگی کشتیون
پر تین ہزار چھ سو یورپین سپاہی اور دس ہزار دیسی جوان علاوہ ملاحون کے

لیکر جزیرہ ڈیو کے سامنے نمودار ہوے تھے۔ مگر گجرات کی فوج نے اُن کو مکمل شکست دی اور فرنگیون کو گوا واپس جانا پڑا۔

فرشتہ لکھتا ہے کہ فرنگی ایسے بے سروسامانی سے بھاگے کہ اپنی سب توپین جزیرہ کے پاس چھوڑ گئے اور اُنمین سے ایک توپ اتنی بڑی تھی کہ اُسکو جاپانیر لیجانے کے لیے ایک آلہ جر ثقیل استعمال کرنا پڑا۔ اِس مہم سے فراغت پاکر بادشاہ نے راناچتوڑ کو سزا دینے کا ارادہ کیا کیونکہ وہ ہمیشہ راجپوت سرداروں کی مدد کے لیے گجرات کے خلاف فوج بھیجدیا کرتا تھا۔ بادشاہ چتوڑ کی طرف راہی ہوا اور تین مہینے تک قلعہ کا محاصرہ کئے رہا۔ رانا عاجزی سے صلح کا خواستگار ہوا بے شمار زرنقد گھوڑے ہاتھی پیش کیے اور بہت سے جواہرات بھی نذر کیے جنمین وہ کمربند مرصّع بھی تھا جو ۸۰۶ھ مین سلطان محمود اعظم بادشاہ گجرات کے ڈیرہ سے اُڑا لیگیا تھا اور بعد کو جب سلطان محمود ثانی چتوڑ مین قید ہوا تو یہ انمول دولت راناسانگا کے ہاتھ آئی تھی۔ اِس کامیابی نے بہادرشاہ کی ہمت افزائی کی۔ اور اُس نے دہلی کی شہنشاہی کا خواب دیکھنا شروع کیا۔ اُسکو اپنی کامیابی کا ایسا یقین تھا کہ کوچ کرنے سے پہلے ہی دہلی کے اضلاع اپنے سرداروں کو تقسیم کیے اسوقت ہمایون ہندوستان کا بادشاہ تھا اور اُسکے آفتاب اقبال کو گھن نہین لگا تھا۔ ہمایون کے بھائی نے گجرات کی ہراول فوج کو شکست دی اور سلطنت

دہلی نے گجرات کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ موقع پاکر رانا چتوڑ نے پھر بدعہدی کی۔ بہادر شاہ بڑا باہمت تھا۔ اُس نے فوج کا ایک دستہ دہلی کی طرف روانہ کیا اور خود چتوڑ کے مکرر محاصرہ مین مصروف ہوگیا۔ ہمایون کے اعلان جنگ کے جواب مین اُس نے دہلی کے بادشاہ کو لکھا کہ مین اسوقت چتوڑ کے محاصرہ مین مشغول ہون اور کسی مسلمان بادشاہ کو مناسب نہین کہ ایسے نازک وقت مین میرے ملک پر حملہ کرے۔ ہمایون نے اس پیام کا کچھ جواب نہ دیا اور مالوہ مین داخل ہوگیا۔

اُس نے سارنگپور مین قیام کیا اور بہادر شاہ کے پاس حسب ذیل قطعہ تصنیف کرکے بھیجا۔

اے کہ ہستی غنیم شہر چتور — کافران را چہ طور میگیری
بادشاہے رسید بر سر تو — تو نشستہ چتور میگیری

بہادر شاہ نے جواب مین لکھا:۔

من کہ ہستم غنیم شہر چتور — کافران را بجور میگیرم
ہر کہ بکند حمایت چتور — تو بہ بین کشش چہ طور میگیرم

بادشاہ گجرات بھی اپنی ضد پر قائم رہا اور چتوڑ کے سامنے سے فوج نہین ہٹائی۔ یہانتک کہ وہ ناقابل تسخیر قلعہ فتح ہوگیا۔ اور چتور گڈھ پر قیامت آگئی ہندوستان کی تاریخ مین یہ دوسرا موقع تھا کہ چتوڑ گڈھ بزور شمشیر

فتح کیا گیا۔ پہلے علاءالدین خلجی کو یہ فخر نصیب ہوا تھا۔ اور آج بہادر شاہ کے سر سہرا رہا۔ جنھوں نے چتوڑ گڈھ کا عجیب و غریب قلعہ دیکھا ہے وہ اندازہ کر سکتے ہین کہ اس پہاڑی مقام کا فتح کرنا کسقدر دشوار تھا مگر افسوس ہے کہ بہادر شاہ کو یہ پھول راس نہ آسکے دہلی کی فوجین مالوہ مین داخل ہوچکی تھین اور گجراتیون کے لیے تاخیر کی گنجایش باقی نہ تھی۔ بہادر شاہ فوراً ہمایون سے مقابلہ کو چلا اور بسند سور کے قریب دونون لشکرون کا سامنا ہوا۔ دو مہینے تک دونون فوجین ایک دوسرے کے سامنے پڑی رہین۔ اور کسی فریق نے فیصلہ کن جنگ کی ہمت نہ کی مغل تیر اندازون نے گجرات کی رسد بند کردی اور بہادر شاہ کے لشکر مین دانہ چارہ باقی نہ رہا۔ اُسوقت بھی اگر بہادر شاہ مغلون سے جنگ کر دیتا تو تاریخ ہندوستان کا ورق اُلٹ جاتا۔ کیونکہ اُس کا توپخانہ نہایت قوی تھا اور پرتگال والون کی توپین اُسکے تصرف مین تھین مگر راجپوتون کا خون عوض کے لیے چلا رہا تھا بداقبالی نے اُسکی آنکھون پہ پردہ ڈال دیا وہ قحط کے خوف سے بغیر لڑے ہوے ایک رات صرف پانچ سوار اپنے ساتھ لیکر مانڈو کی طرف فرار ہوگیا۔ خیمہ و خرگاہ دشمن کے تصرف مین آیا لشکر اپنے بادشاہ کو غائب پاکر منتشر ہوا اور اُسکا بیشتر حصہ قتل کیا گیا ؎

بہادر چون ذلیل و خوار گردید　　　شده تاریخ آن ذل بہادر

۹۴۲ھ

سلطان گجرات مغلون کے خوف سے بھاگا مگر بُرا وقت کیونکر ٹل سکتا تھا۔ مغلون نے اُس کا تعاقب کیا اور سات سو دشمن قلعہ مانڈو مین داخل ہوگئے۔ جب بہادر شاہ نے یہان بھی امن کی صورت نہ دیکھی تو صرف پانچ چھ سوارون کے ساتھ چاپانیر پہونچا شاہی جواہرات جزیرہ ڈیو کو روانہ کئے اور خود کھمبات کی طرف چلا گیا۔

صوبہ مالوہ پر قبضہ کرکے ہمایون نے تسخیر گجرات کا عزم کیا اور دارالسلطنت چاپانیر تک پہونچ گیا۔ یہ مقام بہت محفوظ اور مستحکم تھا۔ اور یہان کا قلعہ ناقابل فتح سمجھا جاتا تھا مگر جب ستارۂ اقبال پر زوال آتا ہے تو اپنے ہی ہاتھ پاؤن دشمن ہو جاتے ہین۔ رومی خان میر آتش توپ خانہ کا افسر اعلیٰ باوجودیکہ کمال معتبر اور منظور نظر سلطان بہادر کا تھا۔ محاصرہ کے وقت ہمایون سے

۱؎ افواہ ہے کہ بیجو نایک مشہور موسیقی دان سلطان بہادر کا مقرب تھا۔ جب بہادر بھاگا اور مانڈو پر ہمایون کا قبضہ ہوا تو کسی مغل نے اُس باولے کو گرفتار کیا اور قتل کرنا چاہتا تھا کہ اس نے زر و جواہر کا لالچ دیکر اپنی جان بچائی اور استدعا کی کہ وہ ہمایون کے سامنے پیش کیا جائے ہمایون نے قتل عام کا حکم دیدیا تھا جب یہ گویا اسکے سامنے آیا تو اُس نے بڑے درد سے یہ شعر گایا کہ سہ

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی — مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

ہمایون نے امان دی اور دارالسلطنت مین قتل و غارت بند ہوا۔

یہ قصہ غالباً غلط ہے کیونکہ ہمایون کا مانڈو مین قتل عام کرنا کسی تاریخ سے ثابت نہین ہوتا اور جو شعر بیجو کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ دو سو برس کے بعد نادرشاہ کے حضور مین بمقام دہلی پڑھا گیا تھا اور اُسوقت شمشیر نادری غلاف مین گئی تھی ۔۱۲

جل گیا۔ اور قلعہ تمام نفائس اموال اور خزائن بے حساب سمیت شہنشاہ دہلی کے قبضہ مین آگیا۔

کہتے ہین کہ سلطان بہادر کے پاس ایک طوطا تھا جو آدمی کی طرح باتین کرتا اور سمجھ کر بات کا جواب دیتا تھا سلطان اسکو سونے کے پنجرہ مین رکھتا تھا قلعہ لٹا تو وہ بھی مال غنیمت مین دشمن کے ہاتھ آیا۔ جب اُس کا پنجرہ دربار مین لایا گیا تو رومی خان بھی وہان موجود تھا طوطے نے دیکھ کر پہچانا اور کہا کہ "دھپٹ پاپی رومی نمک حرام" سب کو تعجب ہوا ہمایون نے کہا کہ "رومی خان چکنم کہ جانور است ورنہ زبانش می بریدم"

سلطان بہادر کو قلعہ چاپانیر کی تسخیر کا بیچارہ صدمہ ہوا اور رومی خان کی نمک حرامی سے سخت عبرت ہوئی اُس نے اس دغا باز ملازم کے نام کا ایک معمّا بنایا جو صفحات تاریخ پر اس وقت تک سلطان کی نازک خیالی کی یادگار ہے۔ کہتا ہے ؎

حیف باشد نام آن سگ بر زبان　　　　ہیچ در جانش بنہ و نامش بخوان

رو ۔ میخ ۔ آن

جب دار السلطنت پر بھی دشمن کا قبضہ ہوگیا۔ تو بہادر نے جزیرۂ ڈیو مین پناہ لی۔ ہندوستان مین کوئی جگہ امن کی نہ دیکھ کر اپنے اہل وعیال مدینہ طیبہ روانہ کیے اور خزانہ گجرات کے شاہی جواہرات بھی اُنکے ہمراہ

عرب بھیجدیے وہ تمام بیش بہا جواہر جو چاپانیر۔ جوناگڈھ۔ چتوڑ اور مالوہ کے
فتوحات سے وقتاً فوقتاً حاصل ہوے تھے۔ تین سو لوہے کے صندوقون
مین بند کرکے مدینہ منورہ پہونچائے گئے تھے۔ یہ انمول خزانہ ہندوستان کو
کبھی پھر دیکھنا نصیب نہوا۔ بلکہ ترکون کے ہاتھ لگا اور قسطنطنیہ جاکر سلطان
سلیمان اعظم کے جاہ و حشمت کا سبب ہوا وہ تاریخی کمربند مرصع جس نے
پچھلی صدی مین تین ممالک بدلے تھے جو پہلے گجرات کا سرمایہ ناز تھا بعدہ دارالسلطنت
مانڈو کا زیب و زینت بنا پھر رانا چتوڑ کے قبضہ مین آیا اور جب رانا چتوڑ
عاجز ہوا تو گجرات واپس آگیا۔ بادشاہ نے اپنے ایک سفیر کو دیکر سلطان
سلیمان اعظم کی خدمت مین قسطنطنیہ روانہ کیا اور ہمایون کے خلاف شاہ روم
سے مدد مانگی۔ پرتگال والے عرصہ سے ساحل گجرات پر قبضہ کرنے کے متمنی تھے
اور انکا نیا گورنر جنرل جو ۱۵۲۹ء مین ہندوستان پہونچا مرکزی حکومت سے
یہ فرمان لایا تھا کہ جسطرح ممکن ہو جزیرہ ڈیو پر قبضہ کرلیا جائے اس سلسلہ مین وہ
عظیم الشان حملہ کیا گیا تھا جسمین چار سو کشتیان جزیرہ ڈیو کے سامنے
نمودار ہوئین تھین اور بادشاہ گجرات سے شکست پائی تھی جیسا کہ پہلے
بیان ہوچکا ہے باوجود اس زک کے فرنگیون نے ہمت نہین ہاری موقع
پاکر گجراتی جہازون کو گرفتار کرتے اور شاہی علاقون کو تباہ کرتے رہے
انھون نے تارہ پور۔ بلسر اور سورت کو لوٹ لیا اور شہزادہ چاند خان کو جو مانڈو

کی تباہی کے بعد دکھن ہوتا ہوا اُس طرف پہونچا تھا اپنی پناہ مین رکھتا تاکہ وقت مناسب پر اُسکو بادشاہ گجرات کا حریف مقابل بنادین اسکے بعد اُنھون نے سومناتھ وغیرہ بہت سے ساحلی شہر لوٹ لیے - اور تقریباً چار ہزار آدمی پکڑ لے گئے - بہادر شاہ چتوڑ کی مہم مین مصروف تھا اسی لیے سزا نہ دے سکا فرنگیون کی ہمت بڑھی اُنھون نے جزیرہ بسین پر قبضہ کر لیا اور ممبئی کو بھی لوٹا - جب بہادر شاہ کو ہمایون سے شکست ہوئی اور گجرات کا قریب قریب سارا ملک اُسکے ہاتھ سے نکل گیا تو پرتگالی گورنر جنرل نے اپنا سفیر بہادر شاہ کے پاس بھیجا اور اُسکی امداد کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ فرنگیون سے صلح کرے اور جزیرہ ڈیو مین سامان تجارت رکھنے کے لیے جر بھر زمین عنایت کرے، بادشاہ بے یار و مددگار تھا اُس نے فرنگیون کی ہمت امداد غیبی سمجھی اور حسب ذیل شرائط پر صلح منظور کر لی - اول شہر بسین ہمیشہ کے لیے بادشاہ پرتگال کو نذر کیا جائے دوم بادشاہ گجرات اپنے بندرگاہون مین کوئی جدید جنگی جہاز نہ بنوائے، سوم بحر احمر اور خلیج فارس مین ترکی بیڑے کو پرتگال والون پر حملہ کرنے مین گجرات کوئی مدد نہ دے، یہ شرائط منظور کر کے بہادر شاہ نے پانچ سو فرنگی سپاہی امداد کے لیے پائے اور اُن کے بھروسہ پر دوبارہ مغلون سے لڑنے کے لیے احمد آباد کی طرف واپس ہوا - اس عرصہ مین شیر خان سور نے بنگال مین بغاوت کر دی اور

ہمایون اُس سیلاب کے فرو کرنے کے لیے گجرات سے واپس چلا گیا۔ ہمایون کے اقبال نے بیوفائی کی مغلون کا ستارہ زوال پر آیا ہندوستان مین بدامنی ہوئی جابجا دعویداران سلطنت اُٹھ کھڑے ہوے بھائیون نے بادشاہ کا ساتھ چھوڑا ۔

سپاہِ ہمایون بساہی ہی   سیکے را برآری و شاہی دہی

مغل سردار اپنا اپنا مطلب بنانے کے لیے گجرات کا صوبہ خالی چھوڑ کر آگرہ اور دہلی کی طرف واپس چلے گئے۔ بہادر شاہ کو اپنا کھویا ہوا مُلک بغیر زحمت کے ہاتھ آگیا۔ اور وہ دوبارہ گجرات کا مستقل بادشاہ ہوگیا اب فرنگیون کی فتنہ پردازی سنیے کہ جزیرۂ ڈیو مین اُنھون نے چرسہ بھر زمین کی اجازت مانگی تھی۔ مگر جب بادشاہ احمد آباد کی طرف واپس گیا تو اُس کی پریشانیون سے فائدہ اُٹھا کر اُنھون نے ایک بیل کی کھال کے لانبے ٹکڑے کیے اور جسقدر طول تسمہ کھال کو پھیلا سکے اُتنے دائرہ پر قبضہ کر لیا یہ روایت اِس زمانہ مین قصہ کہانی معلوم ہوگی لیکن مؤلف مرات اسکندری نے اِس واقعہ کو اپنی تاریخ مین لکھا ہے اور اس مورخ کا باپ اِن واقعات کا چشم دید گواہ ہے۔

غرض جزیرہ ڈیو کے تقریباً نصف حصہ پر فرنگیون نے کھال بچھا کر اپنا قبضہ کر لیا۔ اُسپر مضبوط قلعہ بنایا توپین چڑھائین اور سپاہی جمع کیے جب بہادر شاہ کو

یہ خبر ملی تو بہت پریشان ہوا اور اُس نے حکمت عملی سے اِس بلا کو ٹالنا چاہا وہ خود جزیرہ مین آیا اور اپنے ایک سردار کو فرنگی گورنر جنرل کے پاس بھیجا تاکہ وہ کسی ترکیب سے فرنگیون کے سردار کو بادشاہی کمپ مین لے آئے اس سردار کی فرنگیون نے بہت خاطر مدارات کی اور شراب پلا کر یہ راز دریافت کرلیا کہ بادشاہ کا گورنر جنرل کو اپنے کمپ مین بُلانا ایک ملکی چال ہے۔ یہ بھید دریافت ہوگیا تو صبح کو کپتان نے جواب دیا کہ مین بادشاہ کا مخلص دوست ہون لیکن میری طبیعت علیل ہے اسوجہ سے بذات خاص شاہی کمپ مین حاضر نہین ہوسکتا۔ سردار کو وہ باتین تو یاد نہ تھین جو اُس نے نشہ کی حالت مین کہہ دی تھین۔ کپتان کا قول بادشاہ سے جاکر نقل کردیا۔ بہادر شاہ سمجھا کہ کپتان خوف سے اُسکے پاس نہین آتا ہے اسلیے دشمن کو دھوکہ مین ڈالنے کے واسطے اُس نے خود فرنگیون کے جہاز پر جانے کا ارادہ کیا پانچ چھ مخصوص مقربون کو ساتھ لیکر جنھین مدنی رائے کا بھائی کنس رائے بھی تھا شاہی بجرہ پر سوار فرنگیون کے سردار سے ملنے چلا اور اپنے ہمراہیون کو حکم دیا کہ سب غیر مسلح چلین۔ وزرا اور اُمراء سلطنت نے عرض کی کہ بادشاہ کا یکہ و تنہا دشمن کے جہاز پر جانا نامناسب ہے لیکن جب اجل آتی ہے تو آنکھونکی بینائی جاتی رہتی ہے بادشاہ نے اِن مشورون کی کچھ پرواہ نہ کی اور فرنگیون کے جہاز پر پہونچا۔ کپتان نے منافقت سے آنکھین بچھا دین اور نہایت اخلاص،

عاجزی اور انکساری کا برتاؤ کیا جب بادشاہ کپتان سے گفتگو مین سرگرم
تھا اُس نے دیکھا کہ فرنگی ایک دوسرے سے اشارے کر رہے ہین اب
اُس نے سمجھا کہ دشمنون کی نیت بد معلوم ہوتی ہے۔ مصاحب بھی چونکنا ہوئے
اور کہنے لگے کہ ہم نے پہلے ہی آپ کو اِس عزم سے باز رکھنے کی کوشش
کی تھی بادشاہ کھڑا ہو گیا اور واپسی کا قصد کیا اُسی وقت فرنگیون نے
سب طرف سے حملہ کر دیا اور ایک فرنگی سپاہی نے بادشاہ کے سر پر تلوار
کا وار کیا بہادر شاہ نے قصد کیا کہ وہ اپنے بجرہ پر پہونچ جائے لیکن اِس
کوشش مین وہ سمندر مین گر گیا اور اُسکے سب وفادار ہمراہی قتل ہوئے،

پرتگالی مورخ فیریا سوزا لکھتا ہے کہ تین بادشاہی کشتیان بہادر شاہ
کی مدد کو دوڑین۔ بادشاہ نے تیر کر اُن کے پاس پہونچنا چاہا فرنگیون نے
توپ کا فیر کر دیا اور کشتیون کو اُسکے قریب پہونچنے نہ دیا بہادر شاہ کا سر
پانی سے اوپر تھا فرنگی سپاہیون نے اُسپر چوبین لگانا شروع کین یہانتک
کہ وہ مظلوم ڈوب کر مر گیا یہ واقعہ ۳ رمضان المبارک سنہ ۹۴۳ھ مطابق
۱۴ فروری سنہ ۱۵۳۷ع کا ہے گیارہ برس تین مہینے حکومت کر کے اکتیس برس کی
عمر مین بہادر شاہ کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔ اُسکی سوانح عمری عروج و زوال کی دردناک
تصویر ہے اور سلطان البر شہید البحر تاریخ وفات ہے۔

بہادر شاہ کے ساتھ گجرات کی تاریخ کا سنہرا ورق ختم ہو گیا سلطنت

اُسکے بعد بھی اڑتالیس برس تک قائم رہی اور چار بادشاہ تخت نشین ہوے جنمین سے میران محمد شاہ فاروقی جو بہادر شاہ مرحوم کا بھتیجا تھا اور چچا کے بعد مسند ریاست پر بیٹھا تھا صرف چھ ہفتہ سلطنت کرنے کے بعد یکایک مرگیا محمود شاہ ثالث اٹھارہ برس تخت پر رہا احمد شاہ ثانی آٹھ برس حکومت کرتا رہا۔ اور مظفر شاہ ثالث اُسوقت تک گجرات کی سلطنت کا دعوی کرتا رہا کہ بیرم خان کے بیٹے مرزا خانخانان نے یہ زرخیز صوبہ شہنشاہ اکبر کے زیرنگین بنایا لیکن اس نصف صدی مین گجرات نے کوئی خاص نیکنامی حاصل نہین کی اور نہ کوئی ایسی قابل یادگار فتح پائی جو اس مختصر تاریخ مین درج کی جاے۔

آٹھوان باب

باز بہادر اور رانی رُوپ مُتی

ہمایون بادشاہ نے سلطان بہادر گجراتی کو شکست دے کر مانڈو پر قبضہ کیا اور وہان کی مساجد مین بادشاہ کا خطبہ پڑھا گیا مگر جب اُس کا اختر اقبال زوال پر آیا اور وہ آگرہ کی طرف واپس ہوا تو مغلون کی کمزوری دیکھکر ایک فوجی سردار ملوخان نے جو پہلے سلاطین خلجی کا غلام تھا اور بعد کو صاحب عزت ہو گیا تھا علم بغاوت بلند کیا اور ایک ہی سال کے اندر دریائے نربدا اور شہر بھیلسا کے درمیان کا علاقہ فتح کر کے مالوہ پر متصرف ہوا۔ قادر شاہ کے لقب سے مانڈو مین رسم تاجپوشی ادا کی مقتول سلہدی کے لڑکے بھوپت اور پورنمل چتوڑ سے آکر رائسین کے قلعہ پر قابض ہوئے اور چندیری مین مسلمانون کا قتل عام کیا لیکن قادر شاہ اُن کی گوشمالی کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ لہو کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ راجپوتون نے حکمت عملی سے اطاعت کا اقرار کیا اور خراج دینا منظور کیا۔ شیر شاہ افغان بادشاہ بنگال کا ایک خط قادر شاہ کے پاس آیا جسمین تحریر تھا کہ ہمایون شیر شاہ سے لڑنے کے لیے مشرق کی طرف بڑھ رہا ہے۔ بادشاہ مالوہ اپنی فوج کو آگرہ

کی طرف حرکت دے تاکہ ہمایون اپنی پوری فوجی قوت بنگال کے خلاف صرف
نہ کر سکے اُس زمانہ مین دستور تھا کہ برابر والون کو تحریر بھیجی جاتی تھی تو مہر شاہی
پشت پر ہوتی تھی۔ ماتحت کی طرف سے لکھا جاتا تھا تو مضمون کے ختم پر مہر
لگائی جاتی تھی۔ اور جب افسر کی طرف سے ہوتی تھی تو سرنامہ پر مہر کی جاتی
تھی۔ شیر شاہ کا خط جو قادر شاہ کے نام آیا اُسکے سرنامہ پر مہر تھی۔ قادر شاہ
کو یہ فرمان دیکھ کر بہت غصہ آیا اور اُس نے بھی جواب مین سرنامہ پر مہر کر کے
بادشاہ بنگال کو خط لکھا شیر شاہ کو یہ جواب ملا تو اُس نے مہر پھاڑ کر یادداشت
کے لیے اپنے خنجر کے غلاف مین رکھی اور قادر شاہ سے اِس توہین کا بدلہ
لینے کا عہد کیا۔ جب ہمایون کے مہم سے فراغت ہوئی تو اُس نے
سلطنت مالوہ کا رُخ کیا۔ قادر شاہ مقابلہ کا دم نہ دیکھ کر ایک دن بغیر
اطلاع کے شیر شاہ کے دربار مین پہونچ گیا۔ دونون بادشاہون مین
دیر تک خلوت رہی قادر شاہ کا اعزاز و اکرام کیا گیا۔ شاہی خیمہ مین اُسکو
سونے کی اجازت دی گئی۔ ملبوس خاص عنایت ہوا لیکن اُجین پہونچکر
شیر شاہ نے کہا کہ لکھنوتی کی حکومت ملوخان کے سپرد کی جاتی ہے اہل و عیال
لیکر وہان چلا جائے، قادر شاہ اِس حکم سے متحیر ہوا اور ایک شب خیمہ پھاڑ کر
غلامون کی طرح فرار ہو گیا۔ صبح کے وقت شیر شاہ کو خبر ملی تو اُس نے
فی البدیہہ کہا ع

باما چه کرد دیدی ملّو غلام گیدی

شیخ عبدالحی بن جمال شاعر نے دوسرا مصرع لگایا ع

دولت مصطفٰے را الاخیر فی عبیدی

مالوہ کی حکومت اپنے ایک سردار شجاعت خان کے سپرد کی اور چندیری کے قتل و عام کا عوض لینے کے لیے پورنمل حاکم رائسین پر لشکرکشی کی قلعہ کا محاصرہ ہوا تو راجپوتوں نے عاجز آکر صلح کی درخواست کی پورنمل عہد و پیمان کے بعد شیر شاہ کے کیمپ میں آیا آؤ بھگت ہوئی۔ سو گھوڑے خلعت اور بہت سا زر نقد انعام میں پایا مگر دغا باز بادشاہ کے دربار میں حیلہ ساز علما بھی موجود تھے میر سید رفیع الدین صفوی نے فتوی دیا کہ دشمن اسلام کو جس نے علما و سادات کا چندیری میں بے گناہ خون بہایا اور جسکے حرم میں سیکڑوں مسلمان عورتیں محبوس ہیں اور صلح سے گرفتار کر کے قتل کرنا جائز ہے اس بدنام کنندہ شریعت کے فرمان کی فوراً تعمیل ہوئی۔ پورنمل مع اپنے عیال و اطفال کے ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے کچلوا دیا گیا۔ اور اسکے تمام ہمراہی قتل ہوئے

میر صاحب! آپ نے مذہب اسلام کو ناحق بدنام کیا شیر شاہ کی خلقت میں تو دغا بازی کا عنصر غالب تھا۔ اس نے رہتاس گڈھ دھوکے سے فتح کیا۔ راجہ مالدیو کو جعلی خط بنوا کر تباہ کرایا۔ قادر شاہ سے مالوہ کا صو

چکمہ دیکر چھین لیا۔ کسی حق پرست نے "خرابی ملک دلی" اُسکے جلوس کی
تاریخ نکالی تھی۔ اور "زآتش مرد" اُسکی تاریخ وفات حسب حال ہونے
والی تھی۔ وہ اگر پورن مل کو زندہ چھوڑتا تو اُس مین اور راناسانگا مین کیا
فرق رہجاتا جس نے محمود خلجی کو قید کرکے آزاد کردیا تھا۔ ہرگز ہرگز توقع نہ تھی
کہ چندیری مین قتل عام کرنے والا اُسکی شمشیر دغا سے پناہ پائیگا۔ لیکن آپ کو
مناسب نہ تھا کہ مذہب کی تلوار اُسکے ہاتھ مین دین اور آئندہ نسلون کو
یہ باور کرائین کہ شریعت اسلام نے خدانخواستہ عہد شکنی کی اجازت
دی ہے اور مہمان کا قتل عیاذاً باللہ جائز بتایا ہے ؎

زہر غم کرچکا تھا میرا کام
تجھسے کس نے کہا کہ ہو بدنام

المختصر شیرشاہ مالوہ سے واپس گیا تو قادرشاہ نے فوج جمع کرکے
شجاعت خان سے مقابلہ کیا شکست پاکر گمنام ہوگیا۔ شجاعت خان ۹۶۲ھ
تک مالوہ پر حکومت کرتا رہا۔ اگرچہ اس درمیان مین کچھ عرصہ کے لیے سلیم شاہ سور
نے اُسکو معزول بھی کردیا تھا۔ اِس وفادار رئیس نے بارہ برس حکومت کی
لیکن بادشاہی کا دعویدار نہین ہوا اُسکی موت کے بعد ملک بایزید باپ کے
ملک پر قابض ہوا۔ ہمایون کو زیر کرکے خانہ جنگیان مٹائین اور خطبہ اور سکہ
جاری کرتا رہا۔ مانڈو مین اُسوقت ایک مجذوب پیر باجر نام رہتے تھے۔

اُن کے پاس بشارت سننے کو آیا پیر نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا کہ تاگا دھرا نہین ہے اُسکو ہاتھ مت لگا وُ جلد ٹوٹ جائے گا مگر بایزید نے نہ مانا رسم تاجپوشی ادا ہوئی اور باز بہادر کے لقب سے بایزید مالوہ کا آخری بادشاہ بنا۔ رائسین اور بھلسا کے قلعون پر قبضہ کرکے گونڈواڑے کے ملک پر فوج کشی کی ایک پہاڑی درّہ مین گوندون نے اسکی فوج کو شکست دی اور اس ذلت سے شرمندہ ہوکر اُس نے آئندہ لڑائی کا ارادہ فسخ کیا اور سارا وقت عیش وعشرت مین بسر کرنیکی نیت کرلی ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اُسوقت مانڈو مین علم موسیقی درجۂ کمال کو پہونچا ہوا تھا۔ باز بہادر نے بھی اس علم کی سرپرستی کی اور اس فن مین ایسی مہارت پیدا کی کہ اُستاد وقت شمار کیا جانے لگا۔ اُس نے ناچنے اور گانے والی عورتون کا پرستان اپنے محل مین جمع کیا۔ دن عید رات شبرات تھی۔ رانی روپ متی اُس کی معشوقہ تھی۔ اور اُس کے حسن وجمال کی تعریف مین ہندی گیت بنابنا کر گایا کرتا تھا۔

ابھی تک مالوہ مین باز بہادر کی یاد باقی ہے اور اُسکی عشقبازی کا افسانہ زبان زد ہے۔ یہ مسلّم ہے کہ روپ متی حسن وجمال مین بےنظیر تھی اور اُسکو

اُسکو گانے بجانے مین بھی دخل تھا۔ مگر اُس کی ابتدائی زندگی کا صحیح پتہ
نہین چلتا۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ روپ متی ایک مشہور مغنیہ تھی اور پچھلی صدی
مین سرجان ملکم نے معلوم نہین کس بنیاد پر لکھا ہے کہ وہ سہارنپور کی رنڈی
تھی لیکن مالوہ مین جو روایت زبان زد خلائق ہے اُسکے مطابق وہ راجہ
دھرمپوری کی بیٹی تھی اور اُسکے باپ کی ریاست مانڈو کے قریب ہی
واقع تھی کہتے ہین کہ باز بہادر ایک دن نربدا کے داہنے کنارے پر شکار کھیل رہا
تھا قریب ہی ایک گھاٹ سے گانے کی آواز آئی لہجہ ایسا دلکش تھا کہ نوجوان
بادشاہ شکار بھول کر اُس آواز کی طرف دوڑا جب گھاٹی مین پہونچا تو دیکھا
کہ برگد کے درخت کے نیچے ایک حسین لڑکی سر کھولے بیٹھی ہے اور عالم بیخودی
مین بھجن گا رہی ہے۔ برق حسن نے بادشاہ کی آنکھون کو بند کر دیا اور وہ
تھوڑی دیر تک مبہوت رہا جب ہوش و حواس ٹھکانے ہوئے تو دبے
پائون اُسکی طرف بڑھا قریب پہونچا تو عصمت کی دیوی نے بھاگنے کا قصد کیا۔
بادشاہ عاجزی سے اُسکے قدمون کے پاس آیا اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان
مین اُس خوبصورتی کی مورت سے بات کرنے کی التجا کی جب کچھ جواب نہ ملا تو
اپنی عزت و مرتبت کا اظہار کر کے اُسکو مالوہ کی ملکہ بنانے کا وعدہ کیا۔ روپ متی
نے جواب دیا کہ وہ اپنا دھرم چھوڑ کر مسلمان کے گھر نہین جا سکتی۔ بادشاہ نے
اصرار کیا تو بولی کہ جب تک نربدا مانڈو مین نہ بہے گا وہ اُسکے محل مین قدم

سر پکھ گی۔ مانڈو نربدا سے ایکہزار دو سو فیٹ بلند ہے اور وہان دریا کا پہونچنا
غیر ممکن تھا۔ روپ متی نے یہ سمجھکر کہ ایسی محال شرط کبھی پوری نہو سکے گی۔
بادشاہ سے پیچھا چھڑایا مگر باز بہادر پر محبت کا بھوت سوار تھا اُس نے
دار السلطنت مین واپس آکر کوشش کی کہ پہاڑ کاٹکر نربدا مانڈو مین لایا جائے
ہزارون بیلدار کدالین لے لے کر پہاڑ کاٹنے کے لیے کھڑے ہوے
اسیوقت ایک جوگی آیا اور اُس نے بتایا کہ قلعہ کے حدود کے اندر ایک
مقام پر چار املیون کے درخت ہین اُس جگہ کھودو تو ایک چشمہ ملیگا جس کا
سوت نربدا سے ملا ہوا ہے اور اُس کا پانی عین نربدا کا پانی ہے۔ پہاڑ کاٹنا
موقوف ہوا۔ املیون کے درخت تلاش کیے گئے اور اُس جگہ زمین کھودی
گئی تو واقعی چشمہ نکل آیا۔ بادشاہ نے اُس جگہ محل بنوایا[سلہ]۔ اور چشمہ کا پانی
محل مین لے گیا جب نربدا مانڈو مین بہنے لگا تو بادشاہ نے روپ متی کے
پاس اطلاع کرائی وہ بھی عاشق کے فراق مین نیم جان ہو رہی تھی اس
عجیب و غریب خبر کو سُنکر باپ کے گھر سے فرار ہونے کو تیار ہوگئی غمازون نے
عشق عاشقی کا افسانہ روپ متی کے باپ کو سُنا دیا ٹھاکر طیش مین آیا اور
لڑکی کی جان لینے کو تیار ہوا یہ تجویز ہوئی کہ لڑکی کو زہر پلا کر آگ مین جلا دیا

سلہ زمانۂ حال کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ محل سلطان ناصر الدین خلجی کا بنوایا ہوا تھا باز بہادر نے
شاید مرمت کرائی ہو اور نل لگا کر چشمہ کا پانی محل کے غسلخانہ مین لیگیا ہو ۱۲

جائے جب چتا بھڑکنے لگی تو راجہ نے زہر کا پیالہ روپ متی کے ہاتھ مین
دیکر حکم دیا کہ یہ پیالہ پیکر چتا مین داخل ہو جائے عشق کی گنہگار بے بس
تھی جام زہر لیکر چتا کے پاس پہونچی سے

بجرم عشق توام میکشند غوغائیست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

خدا کی قدرت اُسی وقت باز بہادر گھوڑے پر سوار چتا کے پاس پہونچا
لڑتا بھڑتا روپ متی کے قریب آیا اور اُسکو اپنے گھوڑے پر بٹھا کر اڑا لیگیا
معلوم نہین اس قصہ مین کتنا سچ ہے لیکن روپ متی کے اُس شکستہ محل سے
جو چشمہ کے کنارہ مانڈو مین موجود ہے آجتک محبت کی بُو آرہی ہے مشہور
ہے کہ علم موسیقی مین اس بیبی تمثال کو ایسا کمال حاصل تھا کہ جب تانسین نے
(جسکی ہندی راگ مین وہی منزلت ہے جو منطق مین سقراط کی اور طب مین
جالینوس کی) دیپک کا راگ بیوقت گایا اور ترانہ کی تاثیر سے اُس کے
بدن مین سوزش پیدا ہوئی تو سب طرف سے مایوس ہوکر روپ متی کی
خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کی کہ میگھ راگ گا کر میرا علاج کیجیے۔ رانی نے
مسیحائی کی اور تانسین کی جان بچائی

راست و دروغ برگردن راوی

المختصر باز بہادر رانی کے عشق مین گرفتار رہا۔ انتظام سلطنت سے غفلت کی

اور دہلی کا حریص بادشاہ اکبر جو تمام ہندوستان پر اپنی شاہنشاہی قائم کرنا
چاہتا تھا مالوہ کی سلطنت پر قبضہ کرنے کی فکر کرنے لگا اُس نے اپنے فوجی
سردار ادہم خان کو ۹۶۸ھ کو مالوہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا باز بہادر عیش
مین سرگرم تھا اُسکو خبر نہوئی اور ادہم خان کی فوج دارالسلطنت سے چند
میل کے فاصلہ پر پہونچ گئی باز بہادر کی آنکھین کھلین لیکن وقت ہاتھ سے
نکل چکا تھا وہ اکبر کے اقبال سے لڑنے چلا مگر اسطرح بے سروسامانی سے
باہر نکلا جیسے کہ سیر تفریح کے لیے باغ جا رہا ہے۔ سارنگپور کے قریب لڑائی
ہوئی اور اُس نے نہایت بہادری اور جوانمردی کا اظہار کیا۔ جنگ شروع
ہونے سے قبل چند معتبر سردار اپنے حرم سرا کے پاس کھڑے کر دیے اور
اُن کو حکم دیا کہ اگر معاملہ دگرگون ہو تو شاہی خواتین کا خاتمہ کر دینا تاکہ
دشمنون کے دست تصرّف سے محفوظ رہین۔ فوج نے جنگ مین بزدلی کی
اور باز کو میدان سے اُڑنا پڑا۔ ادہم خان مالوہ کی سلطنت پر قابض ہوا اور
بادشاہ نے خاندیش کے پاس پناہ لی۔ جب ادہم خان تبدیل ہو گیا اور
پیر محمد خان صوبہ دار ہوا تو خاندیسی فوج کی مدد سے مغلون کو شکست دیکر
باز بہادر مالوہ کا پھر بادشاہ بنا۔ اکبر نے اپنے دوسرے سردار عبداللہ خان ازبک
کو مامور کیا باز بہادر لڑنے کی طاقت نہ دیکھ کر گونڈواڑے کی پہاڑیون مین
بھاگ گیا اور وہان سے مغلون کی فوج پر چھاپے مارا کرتا تھا۔ جب یہ

جفاکشی کی زندگی برداشت سے باہر ہوگئی تو کچھ عرصہ تک زمیندار بگلانا کے پاس پھر نظام الملک دکھنی کی پناہ میں اور اس کے بعد راناودے سنگھ کی حمایت میں رہا۔ آخرکار ۹۷۰ھ میں شہنشاہ دہلی کی اطاعت کی اور اُمراء اکبری میں شامل ہوکر دو ہزاری منصب پایا۔ چند ہی روز کے بعد اُس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔ رُوپ متی کا انجام مشتبہ ہے۔

مآثر الامراء کی روایت ہے کہ جنگ سارنگپور کے بعد باز بہادر کے حکم کے مطابق معتمد شاہی نے حرم سرا کی خواتین کو قتل کرنا شروع کیا۔ بہت سی قتل ہوئیں مگر روپ متی سخت جان تھی زخمی ہوکر بچ گئی جب ادہم خان نے اُسپر دست درازی کرنا چاہی تو اپنی عصمت بچانے کے لیے اُس نے خودکشی کی لیکن مالوہ والے کہتے ہیں کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ فرار ہوئی تھی اور تا آخر دم تک اُسکے ساتھ رہی دونوں ایک ہی وقت میں مرے اور عاشق و معشوق کی قبریں پاس پاس ہیں۔

مآثر الامراء میں ہے کہ اوجین میں ایک تالاب کے کنارے باز بہادر اور روپ متی کی قبریں ہیں اگر واقعی روپ متی سارنگپور میں خودکشی کرکے مری تھی تو اُس کی لاش اوجین کیونکر پہنچی مگر یہ واقعہ غلط ہے روپ متی کا گنبد اسوقت تک سارنگپور میں موجود ہے اور اُسکے پاس ایک قبر ہے جو باز بہادر کی بتائی جاتی ہے باز بہادر نے اپنے آخری زمانہ میں سارنگپور کو

دارالسلطنت بنایا تھا اور وہاں ایک تالاب کے کنارے شاہی محلات
تعمیر کرائے تھے جن کے کھنڈر آجتک موجود ہیں روپ متی کی چھتری
اُسی تالاب کے کنارے بنائی گئی تھی جسکا گنبد اب مسمار ہو گیا ہے اور
اُسکی چھتری کے پاس باز بہادر اپنی وصیت کے مطابق دفن کیا گیا تھا۔

ز افسانۂ دیگران بیا عبرت گیر
زان پیش کہ بشنوند افسانۂ ما

مالوہ کا آخری تاجدار حسرتوں اور ناکامیوں کا داغ دل پر لیکر دنیا سے
رخصت ہوا۔ مانڈو کا پھلا پھولا باغ اکبر اور جہانگیر کا تماشا گاہ بنا لیکن
دہلی کی خشک ہوا سے گلزار پر خزاں آگئی اور محمد شاہ رنگیلے کے عہد میں
مرہٹوں نے اس گلستان جنت نشان کو زاغ و زغن کا مسکن بنا دیا۔

ہمیشہ رہے نام اللہ کا

اقبال را بقا نبود دل برو منہ — عمرے کہ در غرور گذاری ہبا بود
ور نیست باورت زمن این نکتۂ شریف — اقبال را چو قلب کنی لا بقا بود

تمت بالخیر

مطبوعات انوار المطابع لکھنؤ

- اردوئے معلٰی مرزا غالب عـ
- سرایۂ زبان اردو جلال
- موازنۂ انیس و دبیر
- آفتاب داغ عـہ
- شعر العجم حصۂ اول ۱۲/
- 〃 حصۂ دوم
- 〃 حصۂ سوم
- 〃 حصۂ چہارم
- 〃 حصۂ پنجم
- مقالات شبلی
- علم الکلام
- برگ گل ۴/
- بوسے گل ۴/
- دستۂ گل ۴/
- فغان محسن ۳/
- پیاری باتین ۳/

- شاہان اودھ
- یادگار انیس مع
- اردو شاعری
- تذکرۂ زند
- [illegible]

- شرح دیوان غالب طباطبائی
- مقدمۂ شعر و شاعری
- دیوان حالی ۸/
- طالب العلم کی زندگی کا مقصد ۴/
- شکوہ ۲/
- جواب شکوہ ۴/
- فریاد امت ۳/

- شیخ شاعر ۲/ بلال ۱/
- تصویر درد ۴/
- قصیدہ بانت سعاد ۱/

- سہ نثر ظہوری
- قصائد قاآنی برائے امتحان
- الہ آباد بی اے لکھنؤ یونیورسٹی
- انتخاب کلیات خاقانی
- غزلیات نظیری برائے دکابیر ملا منشی
- ابو الفضل دفتر اول
- 〃 دفتر دوم
- گلدستۂ محاورات ۶/
- دیوان عرفی
- ہمایون نامہ گلبدن بیگم
- دیوان عندلیب ۱۲/
- قصائد عرفی ۶/
- دیوان سید ناعلی منتخب ۶/
- مجموعۂ قربات عند اللہ
- صلوٰۃ الرسول وغیرہ ۸/
- لامیۃ العرب للشنفرا ۳/

ہماری خصوصیت

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ مین صرف ہمارے یہان الہ آباد یونیورسٹی، لکھنؤ یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی کے جملہ امتحانات عربی و فارسی و اردو کی کتب ہر وقت موجود رہتی ہین

اگر آپ کو فارسی عربی اور اردو کے مشہور مصنفین کی کتب ملاحظہ فرمانے کا شوق ہو تو ہماری فہرست طلب فرمائیے،

محمد حسن مالک انوار المطابع لکھنؤ

DUE DATE

۱۳۹۶   ۹۴۳۴۱۵۴۴

۳۲۵۹۱   تم

Date	No.	Date	N